ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

اسلامی انقلاب کے معنی اور مفہوم

اِک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

ڈاکٹر اسرار احمد کا کالم تفکر و تذکر

جنرل آصف نواز کی نئی ذمہ داریاں

"آپریشن" کے قدم بڑھیں گے اور حکمرانوں پر گھبراہٹ طاری ہو گی

عبدالکریم عابد کا تجزیہ

وقتِ دعا ہے!

ملک کے اصل حکمران بے بس ہیں اور کارندے من مانی کر رہے ہیں،

آیئے دعا کا ہتھیار استعمال کریں (افتتاحیہ)

ناظم تحریک خلافت کا دورۂ شرقی پنجاب

وقائع نگار

حلقہ شرقی پنجاب تنظیمی اعتبار سے گوجرانوالہ ڈویژن پر مشتمل ہے جس میں سیالکوٹ' گوجرانوالہ' گجرات اور نارووال کے اضلاع شامل ہیں ۔ اس علاقہ کو زراعت کی جنت کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا' لیکن تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ خلافت کی فصل کے لئے بھی یہ زمین خاصی ساز گار اور زرخیز ہے ۔ اسی خیال سے ناظم تحریک خلافت پاکستان جناب عبدالرزاق صاحب ۲۵ر جون کو سیالکوٹ شہر تشریف لائے ۔ مرزا ندیم بیگ اور نائب ناظم حلقہ محمد اشرف ڈھلوں صاحب پہلے ہی سے سیالکوٹ میں موجود تھے ۔

تقریباً گیارہ بجے دن مقامی بزرگ رفیق ریٹائرڈ کمانڈر محمد طفیل صاحب کی رہائش گاہ پر مقامی رفقاء سے میٹنگ ہوئی جو تقریباً ایک بجے تک جاری رہی ۔ اس مجلس میں مقامی صورت حال کا جائزہ اور آئندہ کا لائحہ عمل طے کیا گیا۔ ناظم تحریک جناب عبدالرزاق صاحب نے آدھ گھنٹہ کی گفتگو میں آیات قرآنی کے حوالے سے اقامت دین کی جدوجہد کی اہمیت رفقاء کے سامنے رکھی اور تنظیمی کام کی بہتری کے لئے ہدایات دیں ۔ یہ بھی طے پایا کہ کمانڈر طفیل صاحب کی رہائش گاہ واقع ۲۲۸ر عزیز بھٹی شہید روڈ سیالکوٹ کینٹ پر ہر جمعہ کو بعد نماز مغرب ایک دعوتی پروگرام ہوا کرے گا' جس میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے منتخب نصاب کے دروس قرآن بذریعہ ویڈیو کیسٹ دکھانے کا اہتمام ہوگا ۔ مزید برآں یہ بھی طے پایا کہ سیالکوٹ شہر کے مختلف علاقوں میں ہر ماہ ایک جلسہ خلافت منعقد کیا جائے گا ' چنانچہ ماہ جولائی میں آخری جمعہ کو جلسہ خلافت کاانعقاد طے پایا۔ نماز ظہر تک یہ اجلاس جاری رہا اور نماز ظہر ایک قریبی مسجد خواجہ صفدر میں ادا کی گئی ۔

نماز عصر کے بعد دو حضرات سے انفرادی ملاقاتیں ہوئیں ۔ ناظم تحریک نے اچھے انداز میں تحریک خلافت کی دعوت انہیں پیش کی جن میں سے ایک نوجوان طالب علم نے باقاعدہ معاونت اختیار کی۔ نماز مغرب کے فوراً بعد یہ قافلہ سیالکوٹ سے ڈسکہ کی جانب عازم سفر ہوا اور ڈسکہ کے معاون محمد اشرف عزیز صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچا جہاں ڈسکہ تنظیم کا ہفتہ وار درس قرآن ہوتا ہے ۔ اس کی ذمہ داری مرزا ندیم بیگ پر ہے ۔ ناظم تحریک نے درس کے شرکاء سے ملاقات کی اور تحریک کا ساتھ دینے کی ترغیب دی ۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد ڈسکہ تنظیم کے مقامی رفقاء سے تفصیلی ملاقات ہوئی اور ناظم تحریک نے انہیں تحریک کے کام کو مزید تیز کرنے کے لئے ہدایات دیں ۔

رات ناظم تحریک کا قیام مرزا ندیم بیگ کی رہائش گاہ پر تھا۔ اگلے دن یعنی ۲۶ر جون کی صبح مہمان اور میزبان ڈسکہ سے گجرات کے لئے روانہ ہوئے ۔ گجرات دفتر میں تنظیم کی ہفتہ وار میٹنگ جاری تھی ناظم تحریک اور ان کے ساتھی کے علاوہ نائب ناظم حلقہ اس میٹنگ میں شریک ہوئے ۔ جناب عبدالرزاق صاحب نے تحریکی کام کو وسعت دینے اور آگے بڑھانے سے متعلق ہدایات دیں ۔ میٹنگ سے گیارہ بجے فارغ ہو کر یہ قافلہ گجرات کے ساتھیوں رفیق راشدی صاحب' محمد حسین صاحب' حاجی اقبال صاحب اور پروفیسر اشرف ندیم صاحب کے ساتھ ٹانڈہ کے لئے روانہ ہوا۔

ٹانڈہ گجرات کے مشرق میں ۳۰ر کلو میٹر دور ایک قصبہ ہے ۔ وہاں مقامی ساتھی اسحاق صاحب نے قافلہ کو خوش آمدید کیا جہاں سے پھر ٹانڈہ سے سات کلو میٹر دور ایک گاؤں ہنج کے لئے روانگی ہوئی ۔ یہاں اسحاق صاحب نے خطبہ جمعہ کا پروگرام طے کر رکھا تھا۔ ہنج گاؤں پنجمب جوڑ کے بارڈر کے قریب واقع ہے ۔ تحریک قائدین سوا ایک بجے کے قریب وہاں پہنچے جہاں پہلے ہی سے ہمارے دو معاون موجود تھے ناظم تحریک نے خطاب جمعہ کی ذمہ داری مرزا ندیم بیگ کے ذمے لگائی جنہوں نے تائید باری تعالیٰ سے قریباً پون گھنٹے کے خطاب میں تحریک خلافت کی دعوت پنجابی زبان میں پیش کی ۔ اس کے بعد میں سولہ حضرات نے باقاعدہ تحریک کی معاونت اختیار کی ۔ نماز جمعہ میں نمازیوں کی تعداد تقریباً پونے دو سو تھی ۔

نماز جمعہ کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی جس میں لوگوں کی اچھی خاصی تعداد شریک ہوئی۔ ناظم تحریک خلافت نے سوالوں کے جواب دیئے ۔ مقامی معاونین نے دوپہر کے کھانے کا انتظام کیا ہوا تھا جس میں مقامی لوگوں نے بھی شرکت کی ۔ ہنج میں تحریک خلافت کے مقامی ذمہ غلام احمد صاحب کو مقرر کیا گیا ۔ جو ہائی سکول میں ٹیچر ہیں ۔ کھانے کے بعد پھر واپسی ٹانڈہ کے لئے ہوئی جہاں مقامی مسجد میں درس قرآن تھا ۔ نائب ناظم حلقہ شرقی پنجاب محمد اشرف ڈھلوں صاحب نے یہ سعادت حاصل کی جس کا موضوع نظام خلافت تھا۔ شرکائے درس میں سے دو نے تحریک کی معاونت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔

ٹانڈہ میں نماز مغرب ادا کی اور رات کا کھانا محمد اسحاق صاحب کے گھر پر کھانے کے بعد گجرات کے لئے واپسی ہوئی ۔ یہ قافلہ گجرات کے متحرک اور انتہائی فعال بزرگ معاون جناب میر شفیع صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچا تو انہوں نے تحریک خلافت کو گجرات میں مزید فعال کرنے کے لئے ناظم تحریک کو مفید مشورے دیئے ۔ معزز مہمانوں کی چائے سے تواضع کی' اور اہم بات یہ ہے کہ میر صاحب نے ہمیں خانہ کعبہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تبرکات کی زیارت کرائی جو ان کی ملکیت ہیں ۔

نماز عشاء گجرات میں ادا کر کے ناظم تحریک لاہور کے لئے روانہ ہوگئے جبکہ مرزا ندیم بیگ اور اشرف ڈھلوں صاحب نے اپنے اپنے مستقر کی راہ لی۔○○

وقت دعا ہے!

باخبر حلقوں میں یہ تشویش برقی رو کی طرح سفر کر رہی ہے کہ ملک پر کسی بڑی تبدیلی کی افتاد پڑنے والی ہے اور بد قسمتی سے ہمارے یہاں ایسی غیر یقینی صورت حال کو مارشل لاء کے بڑھتے ہوئے سائے یا بھاری بوٹوں کی چاپ سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ قومی تاریخ میں یہ المیہ اتنی بار دہرایا جا چکا ہے کہ اب پتا بھی کھڑکے تو دل دھڑکنے لگتے ہیں۔ جمہوریت یا جمہوریت نما کسی سیاسی نظام حکومت میں جب اہل سیاست ذمہ داری کا رویہ اختیار نہ کرنے کو شعار بنالیں اور نظم و نسق کا تار و پود بکھر کر رہ جائے تو جلد یا بدیر اس کا نتیجہ کم سے کم تیسری دنیا میں تو یہی نکلتا ہے کہ پھر فوج آگے بڑھ کر اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لینے کو اپنے فرائض منصبی میں شامل سمجھتی ہے۔ تیسری دنیا میں بھی ان ممالک میں یہ رسم بہت چلی جو کچھ زیادہ دیر مغربی سامراج کی نوآبادیاں رہنے کے بعد ہم جیسی کیفیت میں مبتلا ہو گئے تھے کہ سیاست سمیت سب قومی اور حکومتی ادارے تو اضمحلال کا شکار ہیں' بس فوج ہی بچی جس کو غیر ملکی آقاؤں نے اپنے مفادات کی نگرانی کے لئے نظم و ضبط کا اس درجے پابند اور روایات کے تحفظ کا اتنا عادی بنایا تھا کہ افراتفری اور سیاسی طوائف الملوکی کے عالم میں بھی اس کی صفیں درہم برہم نہیں ہوتیں۔

دوسری طرف ہمارے مخصوص حالات میں یہ بات تقریباً طے ہے اور مرحوم جنرل ضیاء الحق بھی ایک عشرے سے زیادہ اپنی قوم کو مارشل لاء کے شکنجے میں جکڑا رکھنے کے بعد اس اتفاق رائے پر مہر تصدیق ثبت کر گئے ہیں کہ پاکستان اب کسی نئے مارشل لاء کا متحمل نہیں ہو گا۔ نام نہاد بحالی جمہوریت کے بعد کچھ امید ہو چلی تھی کہ یہ گاڑی جسے دھکے دے کر حرکت میں لے آیا گیا ہے' چاہے جھٹکے لیتی اور ڈولتی ہوئی چلے اب چلتی رہے گی۔ پھر اگست ۱۹۸۸ء کے سانحے کے بعد فوج نے جس ذمہ داری اور بالغ نظری کا ثبوت دیا' اس نے بھی امید کے اس نازک اندام پودے کی آبیاری کی اور سیاستدان بھی تھوڑی بہت ذمہ داری کا ثبوت دینے لگے تھے تو ذرا اطمینان ہوا کہ ہماری کشتی بھنور سے نکل آئی ہے لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ------ اہل سیاست اور بالخصوص ارباب اقتدار اپنی پرانی ڈگر پر واپس آ گئے اور سیانے خبردار کرنے لگے ہیں کہ ہونی ہو کر رہے گی' بساط سیاست ایک بار پھر لپیٹ دی جائے گی اور فوج کو وہی قدم اٹھانا پڑے گا جس کے نتیجے میں تباہی کو نوشتہ دیوار سمجھا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائیں اور وہ خدشات موہوم ثابت ہوں جو بننے مارشل لاء سے وابستہ ہیں تاہم قوم تو عالم بے بسی میں زبان حال سے یہ قوالی کرتی محسوس ہوتی ہے کہ "میری دنیا لٹ رہی تھی اور میں خاموش تھا"۔

یہ ستم ظریفی نہیں تو کیا ہے کہ کہنے کو تو ہمارے ملک کے حکمران عوام ہیں لیکن اس کی قسمت چند ہاتھوں کی مٹھیوں میں بند ہو کر رہ گئی ہے۔ گویا اصل حکمران سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی دم مارنے کی سکت نہیں رکھتے اور کارندے من مانی کرتے ہیں۔ حکومت کے ایوانوں میں جو کھیل کھیلا جا رہا ہے' محلاتی سازشیں جس طرح دام فریب بچھا رہی ہیں اور اقتدار کی مثلث نے توحید کے علمبردار پاکستان کو جیسے تثلیث کی گمراہی میں مبتلا کر کے ناپاک کر دیا ہے اس کا احساس ہر باشعور شہری کو ہے لیکن اصلاح احوال کے لئے وہ کر کچھ نہیں سکتا۔ یہاں اقتدار کی بازی شاید ہمیشہ یونہی کھیلی جاتی رہی ہے لیکن یہ سب کچھ ذرا اوٹ کے پیچھے ہوتا تھا' اب آزادی صحافت نے اس اوٹ کو بھی ہٹا دیا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ملک و قوم کا فکر کرنے والے ایک کرب مسلسل میں مبتلا ہیں۔ ہم صحافت پر پابندیوں کے خلاف تھے اور سچ یہ ہے کہ اخبارات و جرائد کو لکھنے اور چھاپنے کی جو آزادی آج میسر ہے' وہ پہلے کبھی نہ تھی۔ پریس اپنے مفاد میں خود ہی مصلحت کا پاس کرے تو دوسری بات ہے ورنہ اسے اجازت ہے کہ جس کا چاہے کچا چٹھا کھول کر رکھ دے۔ اب ہر اخبار بین جانتا ہے کہ قومی مفادات کو کس کس طرح زک پہنچائی جا رہی ہے' سیاسی گھاتوں میں کیسے کیسے آسن جمائے جا رہے ہیں' ارباب اقتدار کے اتفاق میں کتنا افتراق اور افتراق میں کس قدر اتفاق ہے اور قوم کے رہنماؤں کو کون سی فکر دبلا کئے دیتی ہے۔

اس صورت حال پر تبصرے میں ہم بھی زور قلم دکھا سکتے ہیں' لوگ دون کی لے بھی رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اختیار میں بس دو ہی باتیں ہیں' ایک اہل وطن کو خبردار کرنا اور دوسرے دعا کرنا اور دعا ہی کی تلقین بھی کرنا۔ ایمان کا اگر کوئی شائبہ بھی ہمارے دلوں میں موجود ہے تو جان لینا چاہئے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے مطابق دعا ہی مومن کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ تو آیئے دعا کے لئے ہاتھ پھیلائیں اور اپنے اللہ سے اس وطن کی سلامتی کی بھیک مانگیں جو اسی نے اپنے فضل خاص سے ہماری آہ و بکا کے جواب میں عنایت فرمایا تھا۔ اسی سے رہنمایان قوم اور ملک کے حکمرانوں کو ہدایت دینے کی درخواست کریں جس کی دونوں انگلیوں میں انسانوں کے دل ہیں کہ جس طرف چاہے پھیر دے۔ ہمارا وجدان کہتا ہے کہ پاکستان کے قیام اور آج تک اس کے بقا میں اللہ تعالیٰ اپنی جس قدرت اور اعجاز کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں اس کی پشت پر یقیناً ان کی کوئی حکمت ہے۔ شاید یہیں سے احیائے اسلام کے عمل کا آغاز ہونا ہے جس کی روئے ارضی پر بہ تمام تکمیل تقدیر الٰہی ہے' شاید یہیں وہ نظام خلافت قائم ہونے والا ہے جو پوری دنیا کے لئے رحمت کی نوید ثابت ہو گا۔ ہم نہیں جانتے اللہ تو جانتا ہے!۔○○

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

○

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت لاہور

جلد ۱ شمارہ ۲۵
۱۳ر جولائی ۱۹۹۲ء

○

مدیر
اقتدار احمد
معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

○

یکے از مطبوعات
تنظیم اسلامی
مرکزی دفتر: ۶۷-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور
مقام اشاعت
۳۶-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون:- ۸۵۶۰۰۳

○

پبلشر: اقتدار احمد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ، لاہور

○

قیمت فی پرچہ -/۳ روپے
سالانہ زرتعاون (اندرون پاکستان) -/۱۲۰ روپے

○

زرتعاون برائے بیرون پاکستان
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت ——— ۱۶ر امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش ——— ۱۲ر " "
افریقہ، ایشیا، یورپ ——— ۱۷ر " "
شمالی امریکہ، آسٹریلیا ——— ۲۰ر " "

الہدیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اور وہ کہتے ہیں کہ داخل نہیں ہوسکتے جنت میں مگر وہ جو یہودی ہیں یا نصرانی۔ یہ محض ان کی آرزوئیں ہیں۔ کہو پیش کرو اپنی دلیل اگر تم سچے ہو○

(کہ اگرچہ یہود اور نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے لیکن اسلام کے خلاف ان دونوں گروہوں نے مل کر ایک متحدہ محاذ قائم کرلیا تھا۔ انہوں نے مشترکہ طور پر یہ موقف اختیار کیا کہ جنت میں داخلے کا حق صرف یہودیوں کو ہے یا نصرانیوں کو' خدائی دین تو بس یہی دو ہیں' یہ نیا دین تو محض ایک فتنہ ہے۔ قرآن نے ان کے اس خیال کی پرزور تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ان کی من گھڑت باتیں اور خوشنما تمنائیں ہیں جو انہوں نے اپنے سینوں میں پال رکھی ہیں۔ اللہ نے یہودیت یا نصرانیت کسی کے حق میں اس طرح کی سند جاری نہیں کی۔ اگر وہ سچے ہیں تو انہیں چاہیے کہ اپنے اس موقف کے حق میں اپنی کتاب سے کوئی دلیل پیش کریں !!!---- یہ ایک کھلا چیلنج تھا جس کا کوئی جواب ان کے پاس نہیں تھا!)

سورۃ البقرہ
(آیات ۱۱۱'۱۱۲)

کیوں نہیں' جس کسی نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کردیا اور وہ نیکو کار بھی ہے تو اس کے لئے اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے' اور نہ ان کو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے○

ترجمانی: حافظ عاکف سعید

(نہیں' بات یہ نہیں کہ نجات یافتہ اور مستحق جنت ہونے کے لئے یہودی یا نصرانی ہونا شرط ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جس کسی نے اپنے آپ کو پورے طور پر اللہ کے حوالے کردیا' اللہ کے نبیوں اور رسولوں میں کوئی تفریق کئے بغیر احکام الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کردیا اور حسن عمل کا مظاہرہ کیا' گویا امکانی درجے میں اللہ کی بندگی اور اس کی اطاعت کا حق ادا کردیا تو ایسے لوگوں کا اجر ان کے رب کے پاس محفوظ ہے۔ ان لوگوں کو نہ کوئی خوف اور اندیشہ لاحق ہوگا اور نہ وہ حزن و غم سے دوچار ہوں گے)

جوامع الکلم

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' تم لوگ لازما امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرتے رہو گے یا پھر بہت جلد اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب نازل کرے گا۔ پھر تم اس سے دعا کرو گے لیکن تمہاری دعا قبول نہ ہوگی!

(نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکتے رہنا مسلمانوں کا وہ اہم دینی فریضہ ہے جو اس امت کی وجہ تشکیل بنا اور اسی کے سبب مسلمانوں کو "خیر امت" کا لقب عطا ہوا۔ مسلمان اگر اس فریضے کو بحسن و خوبی ادا کرتے رہیں گے تو اللہ کی رحمتوں اور عنایات کے مستحق ٹھہریں گے اور اگر اس سے تغافل برتیں گے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی رو سے ان پر اللہ کا قہر نازل ہوگا' پھر مسلمان اللہ کی عنایات اور اس کی نگاہ التفات سے یکسر محروم ہو جائیں گے' وہ اللہ کو پکاریں گے لیکن ان کی شنوائی نہیں ہوگی' ان کی پکار اور فریاد آسمان کی وسعتوں میں تحلیل ہو جائے گی' بارگاہ حق سے ان کی ہر دعا رد کردی جائے گی ---- غور کا مقام ہے کہ کیا ہم بحیثیت امت اللہ کی طرف سے اسی عذاب کی گرفت میں نہیں ہیں جس کی خبر ہمیں آنحضورؐ نے دی ہے !!)

(جامع ترمذی بروایت حضرت حذیفہؓ)

آپریشن کے قدم بڑھتے چلے جائیں گے اور حکمران طبقے پر گھبراہٹ طاری ہوگی

جنرل آصف نواز کی نئی ذمہ داریاں!

فوج اور پیپلزپارٹی کے درمیان تعلقات بہتر ہو رہے ہیں؟

عبدالکریم عابد

سندھ میں "فوجی آپریشن" کے ذریعے فوج نے ایک بھاری ذمہ داری قبول کی ہے۔ اس پر بحث ہوسکتی ہے کہ اسے یہ ذمہ داری قبول کرنی چاہیے تھی یا نہیں لیکن اس بحث کی حیثیت محض نظری ہوگی کیونکہ عملی طور پر چھ ماہی آپریشن کا آغاز ہوگیا ہے۔ یہ اب اپنے دوسرے مہینے میں ہے اور آپریشن کی نوعیت ایسی ہے کہ اس نے دیہی کے ساتھ شہری سندھ کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ اس کی زد میں حکومت کی حلیف جماعت ایم کیو ایم بری طرح آچکی ہے جس پر حکومتی حلقوں میں بھی تلملاہٹ پائی جاتی ہے۔

وزیراعظم کے مشیر اور وفاقی وزیر چودھری نثار نے بقول ان کے ایک کروڑ اردو بولنے والے لوگوں کے جذبات و احساسات کا سوال اٹھایا ہے اور اعتراض کیا ہے کہ یہ آپریشن خاص طور پر دیہی سندھ میں ڈاکوؤں تخریب کاروں اور اغواء کرنے والوں کے لئے تھا لیکن یہ اپنی راہ سے ہٹ کر شہری علاقہ میں ایم کیو ایم سے بھڑ گیا۔ "ڈان" سے انٹرویو میں چودھری نثار نے کہا کہ حکومت نے فوج کو غلط کار لوگوں کی ایک فہرست تیار کر کے دی تھی جس میں سیاستدانوں اور اراکین اسمبلی کے بھی نام تھے۔ یہ زیادہ تر پیپلزپارٹی کے لوگ تھے اور یہ بھی طے ہوا تھا کہ فوج اگر منتخب افراد کے خلاف کارروائی کرے گی تو مرکزی اور صوبائی حکومتوں کی منظوری سے یہ کارروائی کی جائے گی لیکن جام شورو کے واقعہ کے بعد فوجی آپریشن نے ایک نیا رخ اختیار کرلیا۔ چودھری نثار کے بقول کابینہ میں ان کے خیالات کی ایک سندھی وزیر کے سوا سب نے تائید کی۔

چودھری نثار کے بیانات اور انٹرویو سے قطع نظر غلام حیدر وائیں نے صاف اور کھردرے انداز میں کہہ دیا کہ فوجی آپریشن جانبدارانہ ہے۔ اسے کارروائی الذوالفقار کے خلاف کرنی چاہیے تھی لیکن یہ ایم کیو ایم کے پیچھے پڑ گیا۔ بلوچستان کے وزیراعلیٰ تاج محمد جمالی نے کہا کہ فوج صدر اسحاق اور وزیراعظم نواز شریف کی مرضی کے خلاف کارروائیاں کررہی ہے۔ آپریشن کے متعلق حکمران طبقہ کی اس تبصرہ آرائی سے یہ راز کھل گیا ہے کہ فوج کے سربراہ جنرل آصف نواز نہ صرف یہ کہ حکمرانوں کو خاطر میں نہیں لارہے بلکہ ان کے آپریشن نے حکمران جماعت اور فوج کے درمیان تضاد کو ظاہر کردیا ہے اور فوج اب اپنی پسند کا آپریشن کررہی ہے۔

اس صورت حال پر مرکزی و صوبائی حکمران عجب مخمصہ میں ہیں کہ اس کی حمایت بھی کررہے ہیں اور مخالفت بھی۔ حکومت فوجی آپریشن کے ہتھوڑے سے پیپلزپارٹی کا سر کچلنا چاہتی تھی مگر فوج نے حکمرانوں کی اس خواہش کو نظرانداز کردیا اور یہ شواہد بھی ہیں کہ فوج اور پیپلزپارٹی میں اگر کوئی خفیہ سمجھوتہ نہیں ہوا ہے تو ایک عموی مفاہمت ضرور ہوگئی ہے۔ اب نہ فوج پیپلزپارٹی کے خلاف ہے اور نہ پیپلزپارٹی فوج سے الگ پرواز کرنا چاہتی ہے۔ محترمہ بے نظیر نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ فوج اور پاپولر قیادت کا اتحاد ہونا چاہیے اور اس صورت حال کے نتائج و عواقب پر صدر اسحاق سے لے کر وزیراعظم نواز شریف تک سب گھبراہٹ کا شکار ہیں اور نہ صرف اندرون سندھ بلکہ اسلام آباد کے ایوانوں میں بھی یہ خواہش موجود ہے کہ کراچی حیدرآباد میں ایم کیو ایم فوج کے خلاف اپنی سٹریٹ فورس کا مظاہرہ کرے۔

ایم کیو ایم کے وفاقی وزیر اسلام نبی کو وزیراعظم خاص طور پر اپنے ساتھ تاشکستان لے گئے۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ وزیراعظم اپنے حلیفوں سے ترک تعلق کے خواہش مند نہیں ہیں۔ لندن میں بھی انہوں نے الطاف بھائی سے ملاقات کر کے ایم کیو ایم اور اپنے درمیان رشتہ دوستی کی پختگی کا اظہار کیا تھا۔ دراصل صوبائی حکومت ہو یا مرکزی، ہر ایک کی تشویش ہے کہ فوجی آپریشن کے بڑھتے قدم رک نہیں سکیں گے اور اس کی زد میں آخر کار وہ خود آجائینگے جس سے

سیاست کی موجودہ بساط الٹ جائیگی۔

جہاں تک ایم کیو ایم کے فوج سے ٹکرانے کا تعلق ہے وہ اس پر تیار نظر نہیں آتی۔ ایم کیو ایم ایسی گئی گذری طاقت نہیں تھی کہ کراچی میں کچھ بھی نہ کرسکتی لیکن اس کی قیادت نے یہ دانشمندانہ فیصلہ کیا کہ مہاجروں کو فوج سے ٹکرادینا مناسب نہیں ہوگا۔ اس کے برعکس اس نے ایم کیو ایم کے تمام یونٹ "سیکٹر زون توڑنے کا اعلان کیا' دفاتر خالی کردئے اور اہم افراد زیر زمین چلے گئے۔ قائدین نے کوئی کارروائی کی تو سیاسی کارروائی تھی کہ اسمبلیوں سے اپنے استعفے بھیج دئے اور جب بھی نیا انتخاب یا ضمنی انتخاب ہوگا وہ بلٹ کے بغیر بھی اپنے بیلٹ کی قوت کا مظاہرہ کرسکیں گے۔ یہ پالیسی تعریف و تحسین کی مستحق ہے لیکن ایم کیو ایم کا چہرہ کافی داغدار ہوگیا ہے' عقوبت خانوں کی کہانیوں میں مبالغہ ضرور ہوسکتا ہے لیکن یہ بے اصل بھی نہیں اور سچ پوچھئے تو اس آپریشن سے پہلے کراچی میں ایم کیو ایم کی تشدد پسندی' انتقام پسندی اور مجرمانہ سرگرمیوں کا چرچا عام ہوگیا تھا۔

ایم کیو ایم سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کے جتھے بن گئے تھے جو دکانداروں سے زبردستی چندہ لیتے اور بینکوں' کاروباری اداروں اور گھروں میں ڈاکے مارتے رہے۔ الطاف حسین کے مخالفین کی نعشیں جا بجا لوگوں نے دیکھی ہیں۔ سٹیل مل کے فساد کے بعد پیپلزپارٹی اور ایم کیو ایم میں یرغمالیوں کا تبادلہ جنرل آصف نواز کی نگرانی میں ہوا اور اس موقع پر پیپلزپارٹی کے جو یرغمالی ایم کیو ایم کے قبضہ سے رہا ہوکر پہنچے ان کی حالت تشدد سے غیر تھی جبکہ پیپلزپارٹی نے ایم کیو ایم کے نوجوانوں کو یرغمال ضرور بنا یا مگر ان پر تشدد نہیں کیا تھا۔

ان سب واقعات کے ساتھ مہاجر عوام کے سامنے یہ صورت بھی تھی کہ مہاجر طبقہ کے جو بنیادی حل طلب مسائل ہیں ان کے حل کے لئے کچھ نہیں کیا گیا حالانکہ مرکز' صوبہ اور بلدیہ میں وہ حاوی تھے لیکن ایم کیو ایم نے اپنے سارے مطالبات فراموش کردئے تھے' اور شہری اداروں کی حالت پہلے سے بھی زیادہ خراب ہوگئی تھی' جام صادق صاحب نے کراچی کی قیمتی اراضی سیاسی رشوت کے طور پر بے تحاشا انداز میں تقسیم کی۔ لیکن عام آدمی کی بھلائی کے لئے کوئی منصوبہ شروع

فارمولے کے لئے ایم کیو ایم
کی ضرورت تو ہوگی

نہیں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایم کیو ایم کے خلاف آپریشن ہوا ہے تو ایک بڑے طبقہ نے اس کا خیر مقدم کیا اور الطاف حسین کو واقعی مجرم سمجھا لیکن پھر لوگوں میں یہ کانا پھوسی ہونے لگی کہ فوج اور خفیہ ایجنسیاں عامر اور آفاق کو اپنے کاندھے پر اٹھائے کیوں لائی ہیں اور آپریشن کا نشانہ فقط ایم کیو ایم کس لئے ہے' سندھ کے وڈیروں پر ہاتھ کیوں نہیں ڈالا گیا جو فساد کی جڑ ہیں اور اسمبلیوں میں معزز بن کر بیٹھے ہیں۔

دھڑا دھڑ عقوبت خانوں کا انکشاف بھی ایک مشتبہ معاملہ بن گیا کیونکہ ان کا انکشاف فوج نہیں کررہی تھی' ایم کیو ایم حقیقی گروپ کررہا تھا۔ وہی صحافیوں کو طلب کرتا اور عقوبت خانہ کا سازو سامان دکھاتا۔ بے شک کراچی میں ایم کیو ایم کے عقوبت خانے تھے مگر تھوک کے حساب سے جو عقوبت خانے دکھائے گئے ہیں' وہ ایک جعلی کارروائی نظر آتی ہے۔ جس کی ضرورت نہیں تھی۔ شہر میں دو چار عقوبت خانے ہوتے تو یہ کافی ہوتے' ان کی تعداد کو اسے مصنوعی طور پر ضرب دینے اور زیادہ بتانے سے فائدہ کی جگہ نقصان ہوا۔ بہر حال فوج کی طرف سے یہ یقین دہانی آئی ہے کہ وہ ایم کیو ایم تک محدود نہیں رہیں گے اندرون سندھ بھی بہت کچھ کریں گے اور پنجابی پختون گروپ کو بھی نہیں بخشیں گے جس کے ایک سربراہ مروت صاحب باہر چلے گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سندھ میں تعصب' جرائم اور سیاست کی کھچڑی پکی اور اس دیگ سے اسمبلی کے تمام گرپوں نے سیر ہوکر کھایا۔ ڈاکوؤں اور بدعنوانوں کے سردار عناصر ہریارگی میں تھے اور ہیں اور فوجی آپریشن نے یہ ذمہ داری قبول کی ہے کہ ان سب کو گرفت میں لیا جائے گا۔ یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے اور اب جبکہ فوج نے بھڑوں کے چھتہ میں ہاتھ ڈال دیا ہے تو اسے اپنا مشن غیر جانبداری سے پورا کرنا چاہیے ورنہ فوج کی آبرو کچھ نہیں رہے گی۔ لیکن جیسا کہ جنرل آصف نواز نے خود کہا ہے کہ مسئلہ محض مجرم عناصر کی پکڑ دھکڑ کا نہیں سیاسی' اقتصادی اور سماجی اصلاحات کا ہے۔ اس کے بغیر نہ سندھ کے حالات بہتر ہوسکتے ہیں نہ ملک کے' یہ اصلاحات کرنا موجودہ حکمراں طبقہ کے بس کی بات نہیں ہے جو اپنے اقتدار کے لئے ہر طرح کے بدعنوان' دہشت گرد اور بدنام عناصر کو اپنے ساتھ رکھنے پر مجبور ہے۔ اس لئے پہلے یہ ہونا چاہیے کہ صف اول کے وہ رہنما جن کی واقعی کوئی حیثیت ہو اور جن کا کردار بھی اگر بے داغ نہیں تو کم از کم گوارا ہو انہیں جمع کیا جائے اور اس کانفرنس میں سیاسی' اقتصادی اور سماجی اصلاحات کا ایک پیکج ڈیل تیار کیا جائے۔ اسے فوج نافذ کرے اور اس کے بعد ان اصلاحات کے تحت انتخابات کرائے جائیں۔ انتخابی اصلاحات کا مسئلہ بھی اس پیکج ڈیل میں شامل ہونا چاہیے تاکہ ملک کو پرانے پاپیوں سے چھٹکارا حاصل ہو اور ایک نئی قیادت مل سکے۔

اس طرح کے پیکج ڈیل میں صوبائی خود مختاری' صوبوں میں مختلف لسانی گروہوں کے تصادم' بیورو کریسی خاص طور پر پولیس کی تطہیر و تنظیم نو' سیاستدانوں اور سیاسی جماعتوں کے کام کرنے کے لئے ضابطے' زرعی ٹیکس' کالا باغ ڈیم اور تمام اہم مسائل طے کرلینے چاہئیں۔ اگر فوج کے سربراہ اس طرح کی کوئی کانفرنس کے انعقاد میں مدد دیں اور عوام میں اثر و نفوذ رکھنے والی تمام جماعتوں کے بڑے رہنما اصلاحات کے لئے پیکج ڈیل کرسکیں اور نیا سوشل کنٹریکٹ تیار ہوسکے تو اس کے بعد انتخابات بھی فائدہ مند ہونگے' ملک میں بڑھتی ہوئی افراتفری کو روکا جاسکے گا اور ایک نئی تعمیری جہت مل سکے گی۔

اس طرح کے کسی پیکج ڈیل یا سوشل کنٹریکٹ سے کسی گروہ کو الگ رکھنا غلط ہوگا اور یہ واضح ہے کہ کراچی حیدر آباد کے مہاجروں کی نمائندگی ایم کیو ایم کے پاس ہے اور رہے گی۔ اس کے کچھ لیڈر اور کچھ کارکن مجرم ہوسکتے ہیں مگر پوری ایم کیو ایم مجرم نہیں ہے اور نئے پیکج ڈیل یا سوشل کنٹریکٹ کے لئے ایم کیو ایم کی بھی ضرورت ہوگی۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ ایم کیو ایم کو اپنے آپ میں ایک فکری اور تنظیمی تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔ یہ تبدیلی ایسی بھی نہیں ہے کہ سب کچھ بدل دیا جائے۔ ایم کیو ایم میں خوبیاں زیادہ ہیں اور نظریات معمولی نظر ثانی اور تنظیم میں ذرا سے ردو بدل سے وہ نئی ایم کیو وجود میں آسکتی ہے جس کی موجودگی میں مہاجر طبقہ بھی خوشدلی کے ساتھ کسی منزل کے لئے شریک سفر ہوسکے گا○○

کبھی دیندار ہاتھوں پر ہاتھ رکھے نہیں بیٹھے

باخبر لوگوں کی بے خبری

ممتاز صحافی مجیب الرحمٰن شامی نے اپنے ایک کالم میں دینداروں کو بے حسی اور "زور ہوس" کا طعنہ دیا تو امیر تنظیم اسلامی لاہور' مرزا ایوب بیگ کو ایک ذاتی خط میں انہیں بتانا پڑا کہ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں جو منکرات کے خلاف زبان سے تو جہاد کر ہی رہے ہیں لیکن یہ لوگ چونکہ "سیاسی بے وزنی" کا شکار ہیں لہٰذا دیکھنے والی آنکھوں کو بھی دکھائی نہیں دیتے۔ مدیران جرائد کے نام ان کی طرف سے بھیجا جانے والا مراسلہ بھی اسی صفحہ پر موجود ہے---- (ادارہ)

محترم مجیب الرحمٰن شامی صاحب! السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔

اس سے پہلے کہ روزنامہ جنگ میں آپ کے کالم "زور ہوس اور زیادہ" کے حوالہ سے چند گذارشات پیش کروں اپنا تعارف ضروری سمجھتا ہوں ۔ راقم کو مرزا ایوب بیگ کہتے ہیں ۔ میں تنظیم اسلامی لاہور شہر کا امیر اور ایک اوسط درجہ کا کاروباری ہوں۔ یوں تو خود میری گھریلو اور بنیادی تعلیم و تربیت کا مرکز و محور بھی بڑوں کا ادب ہے تاہم میرے امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا چونکہ آپ سے خصوصی تعلق ہے' لہٰذا مزید احترام کا التزام مجھ پر واجب ہے ۔ میری کوئی گزارش اگر گراں گزرے تو اس پر پیشگی معذرت خواہ ہوں۔

محترم شامی صاحب! آپ ۳۰ جون کے جنگ میں زور "ہوس" اور زیادہ کے عنوان کے تحت آخر میں لکھتے ہیں کہ "PTV اور PTN پر جس نوع کی گھٹیا پاکستانی فلمیں محبت اور رومانس کے گھسے پٹے موضوع پر دکھائی جاتی ہیں اس سے ہر گھر میں فلمی محبت سکھانے کا پیریڈ شروع ہوگیا ہے ۔ لیکن کسی دینی گروہ یا جماعت کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی " اور پھر مولویوں کو صلواتیں سنا کر آپ نے اپنے کالم کو انجام تک پہنچایا ہے۔ آپ کے کالم کا یہ حصہ پڑھ کر شدید صدمہ ہوا۔ دوسروں کو باخبر کرنا جن کی ذمہ داری ہے' وہ خود اتنے بے خبر!۔ یہ بے خبری کیوں ہے؟۔ اس کے جواب کے لئے تو میرا وہ خط براہ کرم پڑھ لیں جو میں نے اخبارات کے ایڈیٹرز کو بھجوایا تھا اور جس کی نقل ساتھ منسلک ہے ۔ البتہ اس بے خبری کی نوعیت کا اظہار فوراً کردیتا ہوں تاکہ آپ کا تجسس دور ہوسکے۔

تنظیم اسلامی لاہور نے عریانی اور فحاشی کے خلاف کئی مظاہرے کئے ہیں ۔ یہ مظاہرے خاموش اور پر امن ہوتے تھے ۔ ان میں سے ایک مظاہرہ لاہور ٹیلی ویژن کے سامنے بھی کیا گیا ۔ مال روڈ پر مظاہرے کئے گئے ۔ پھر اخبارات جو نیم عریاں تصاویر کے ذریعے فحاشی پھیلانے کا اس وقت سب سے بڑا ذریعہ ہیں اور فجر کی نماز کے بعد ہر گھر میں داخل ہو جاتے ہیں' ان کے دفاتر کے سامنے مظاہرے کئے' ہینڈ بل چھپوا کر عوام میں تقسیم کئے اور کارنر میٹنگیں کیں وغیرہ وغیرہ۔

اس چھوٹی سی جماعت نے اپنے وسائل سے بہت بڑھ کر فحاشی اور عریانی کے خلاف مہم چلانے کی کوشش کی ہے اور آج کل تحریک خلافت کے منشور کے حوالہ سے مخلوط معاشرت اور اس سے جنم لینے والی فحاشی کے خلاف عوام کو اپنے تئیں Educate کرنے کی کوشش کررہی ہے ۔ پاکستان کے دوسرے مقامات بالخصوص بڑے شہروں میں تنظیم اسلامی کی شاخیں یہ فرض ادا کرنے کی اپنی سی کوشش کررہی ہیں ۔

محترم شامی صاحب! ہمارا اصل قومی المیہ یہ

محترم جناب چیف ایڈیٹر صاحب السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔

تنظیم اسلامی لاہور بلکہ پاکستان بھر کے تمام بڑے شہروں میں خاموش اور پر امن مظاہروں کا شاندار ریکارڈ رکھتی ہے ۔ مدیر محترم ! ہم نے کبھی اپنے جلوسوں کو انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے تعبیر نہیں کیا بلکہ چند سو کارکن ہاتھوں میں کتبے اور بینرز اٹھائے انتہائی پر امن اور خاموش' ایسے جیسے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر باللسان کا فریضہ سر انجام دینے کی اپنی سی کوشش کرتے ہیں ۔ ہمارے پر امن مظاہروں اور جلوسوں کے بعد خود انتظامیہ نے اسے سراہا۔ ان کا یہ تبصرہ سامنے آیا کہ ایسے پر امن اور بے ضرر جلوس اگر تمام جماعتیں اور تنظیمیں نکالیں تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے ۔ لیکن افسوس اور صد افسوس کہ ہمارے اخبارات نے بجائے اس کے کہ ایسے مظاہروں کی حوصلہ افزائی کریں اور انہیں مثالی قرار دے کر زیادہ سے زیادہ کوریج دیں' ہمیں بلیک آؤٹ کیا ہے جس سے بالواسطہ ان لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ اخبارات میں جگہ حاصل کرنے کے لئے تشدد' توڑ پھوڑ' گھیراؤ اور جلاؤ کا عمل مظاہروں کا لازمی حصہ ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ خاموش اور پر امن مظاہروں کی حوصلہ افزائی کرنا اور انہیں زیادہ سے زیادہ کوریج دینا خود اخباری صنعت اور ذرائع ابلاغ کے تمام اداروں کے لئے سود مند ہے کیونکہ پر تشدد مظاہروں کے مادی کارکن بعض اوقات خود اخباری دفاتر کی طرف رخ کر لیتے ہیں ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر آپ پر امن مظاہروں کی حوصلہ افزائی اور تشدد آمیز جلوسوں کی حوصلہ شکنی کرنے کو بطور پالیسی اپنائیں اور پھر ہر طرح کی مزاحمت کے باوجود اس پر جازم رہیں تو جہاں یہ ایک بہت بڑی قومی خدمت ہوگی وہاں خود اخبارات و رسائل کے دفاتر وقتاً فوقتاً پیش آنے والے حادثات سے محفوظ ہوجائیں گے۔

مدیر محترم ! یہ آج کی تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ صحافت جمہوری ریاست کا چوتھا ستون ہے ۔ اگر مفاد پرست عناصر اس صنعت پر ناجائز' غیر قانونی اور پر تشدد ذرائع سے اثر انداز ہونے کی کوشش کریں گے تو نہ صرف ہمارے ملک میں جمہوریت کا مستقبل تاریک ہوگا بلکہ بری اور غلط تربیت سے ساری قوم کا مستقبل تاریک ہوگا۔ لہٰذا ہماری استدعا ہے کہ نہ صرف ایسے پر امن مظاہروں کو اچھی کوریج دی جائے بلکہ آپ اس مضمون کو اپنے اداریے کا موضوع بھی بنائیں ۔

غازی محمد وقاص
برائے امیر تنظیم اسلامی۔ لاہور

ہے کہ ہماری سوچ' ہمارا نظریہ حیات' ہمارا نکتہ نظر اور ہمارا عمل ہر شے کمرشل ہو چکی ہے۔ ہر شخص الا ماشاء اللہ صبح کو چھابا سر پر سجائے گھر سے نکلتا ہے اور اپنے مال کا بہتر سے بہتر اور مہنگے سے مہنگا گاہک ڈھونڈتا ہے۔ اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے یا گاہک ہے یا دکاندار۔ آہ کس قدر جبر سہنے والی اور صبر آزما ہے ان لوگوں کی زندگی جو اس "سیل" سے مستفید نہیں ہو رہے' راہ گزر ان پر ہنستا ہے' انقلابی کی پھبتی کستا ہے اور استہزائیہ قہقہے ان کے سینے چیر جاتے ہیں۔ بہر حال یہ باتیں تو ضمناً آگئیں' سوال یہ ہے کہ آپ کے اخبارات ان لوگوں کی خبریں کیوں لگائیں جو خبر بننے کا فن نہیں جانتے۔ حالانکہ ۶۰ر ۷۰ر افراد اگر مار دھاڑ کریں' ٹائر جلائیں' پتھر پھینکیں' اس غریب قوم کے سرمائے کو نقصان پہنچائیں تو خبر بننے کا حق حاصل کر لیتے ہیں۔

یہ بات تو اب کھلے راز کی حیثیت رکھتی ہے کہ اخبارات میں جگہ پانے کی دو صورتیں ہیں (۱) دھونس اور دھاندلی (۲) دھن' جبکہ یہ دونوں ذرائع استعمال کرنا تنظیم اسلامی کے لئے حرام ہیں اور ان شاء اللہ حرام رہیں گے۔ تنظیم اسلامی لاہور نے سودی نظام کے خلاف جو آخری مظاہرہ مال روڈ لاہور پر کیا تھا' اس میں ۷۵۰ سے ۸۰۰ افراد شریک تھے۔ یہ کسی سیاسی جماعت کا انسانوں کا ٹھاٹیں مارتا ہوا سمندر نہیں تھا۔ اس میں رفقاء تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت کے معاونین تھے۔ عوام کو ہماری شرائط کے تحت مظاہرہ کیونکہ وارا نہیں کھاتا لہٰذا ان کی شرکت نہ ہونے کے برابر تھی۔ ۸۰۰ افراد کا یہ مظاہرہ بالخصوص اردو اخبارات میں کوئی خاص جگہ نہ پا سکا لہٰذا آپ بھی بے خبر رہے۔ خیر کی یہ پکار دوسرے لاکھوں اخبار بینوں تک بھی نہ پہنچ سکی اور اصل دکھ دینے والی بات یہی ہے کہ اتنے انسانوں تک براہ راست رابطہ ہمارے لئے ممکن نہیں۔

آخر میں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اس خط سے کوئی خیر برآمد کروے' آپ سے اجازت چاہوں گا۔ اللہ ہمیں دین متین کے دفاع میں تن من اور دھن کھپانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

والسلام مع الاکرام
ایوب بیگ مرزا

سونار بنگلہ کا نعرہ ایک فریب نکلا

بنگلہ دیش کے ۲۰ سال

اخذ و ترجمہ: سردار اعوان

(فیصل محمود صاحب کا یہ تجزیہ ماہنامہ "Khilafah" یو ایس ایڈیشن مئی ۱۹۹۲ء سے لیا گیا)

بنگلہ دیش میں بیسواں یوم آزادی حسب معمول ۱۶ دسمبر ۱۹۹۱ء کو بڑے پرجوش انداز میں منایا گیا۔ رنگا رنگ تقاریب اور موقعہ کی مناسبت سے تقاریر وغیرہ کا خصوصی اہتمام کیا گیا تھا۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو جب پاکستانی افواج نے ہندوستانی فوج کے آگے ہتھیار ڈال دیئے تھے' لوگ خوشی سے گلیوں اور سڑکوں پر نکل آئے لیکن جس طرح آج بھی کوئی پاکستانی یہ بتانے سے قاصر ہے کہ تقسیم ہند کے لگ بھگ نصف صدی گزرنے کے بعد بھی وہاں کے عوام جاگیرداری نظام سے کیوں چھٹکارا حاصل نہیں کر پائے' بنگلہ دیش کے پاس بھی اس کا کوئی جواب نہیں کہ ۲۰ سال گزرنے کے باوجود وہاں استحکام اور خوش حالی کیوں پیدا نہیں ہو سکی!۔

آزادی کے وقت سونار بنگلہ' یعنی خوش حال بنگلہ دیش کا جو نعرہ دیا گیا تھا' ۲۰ سال میں وہ ہوا ہو چکا ہے۔ موسم کی طرح یہاں کی معیشت اسی طرح غیر یقینی اور سیاست کی چال وہی بے ڈھنگی اب بھی ہے۔

بنگلہ دیش کے قیام میں سب سے بڑھ کر قومیت کا جذبہ کار فرما تھا مزید برآں مغربی پاکستان میں سرمایہ کاری کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی شدید معاشی عدم مساوات اور حکمران ٹولہ کی اقتدار سے چمٹے رہنے کی خواہش نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ ۱۹۷۱ء کے انتخابات میں مشرقی پاکستان سے شیخ مجیب الرحمٰن واضح اکثریت کے ساتھ کامیاب قرار دئے گئے مگر ذوالفقار علی بھٹو نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر مشرقی پاکستان میں ہنگامے شروع ہو گئے' اور ہندوستان نے "خوں ریزی" بند کرانے کے بہانے مداخلت کر کے ایک مسلمان ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

بنگلہ دیش میں ۱۹۷۱ء کے بعد یکے بعد دیگرے کئی مطلق العنان حکمران آئے مگر عوام کا بھلا نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ اپنے بابائے قوم کے گن گانے والے لاکھوں لوگوں کے پاس اپنی بھوک کا کوئی علاج نہیں۔ غریب عوام بدستور مشکلات کا شکار ہیں۔ کوئی بھی حکومت انہیں معاشی یا معاشرتی تحفظ فراہم نہیں کر سکی۔ بنگلہ دیش کے قیام سے جغرافیہ تو بدل گیا مگر سیاسی نظام نہیں بدل سکا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ لوگ اسلام کی بنیاد پر متحد ہو کر ملکی نظام میں تبدیلی کی جدوجہد کرتے جو نہ صرف خود ان کے لئے مفید ہوتا بلکہ پوری امت مسلمہ کے لئے نشان راہ کا کام بھی دیتا اور امت کا یہ اتحاد کشمیر میں جاری ہندوستانی مظالم کی راہ میں بھی رکاوٹ کا باعث بن سکتا تھا۔

پاکستان اور بنگلہ دیش دونوں ملکوں کے عوام نے اپنے اپنے تجربے کر کے دیکھ لئے ہیں۔ غربت میں مسلسل اضافہ اور سیکولر عناصر کو کھل کھیلنے کی چھٹی' دونوں ممالک میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ فہم و فراست اور تیزی سے بدلتے ہوئے عالمی حالات کا تقاضا ہے کہ اب بھی مسلمان ہوش کے ناخن لیں اور قومیتوں کے چکر سے باہر آئیں کیونکہ یہ چکر غیروں کا چلایا ہوا ہے۔ صرف اور صرف اسلام کو بنیاد بنا کر باہم مربوط اور منظم ہونے کی ضرورت ہے۔ اسلام میں ہی ان کی دنیا اور آخرت کی فلاح مضمر ہے۔○○

بقیہ تفکر و تذکر

اعلاء کلمۃ اللہ کا ہے اور اس کا مطلوب و مقصود وہی ہے جو انجیل کی اصطلاح میں خدائی بادشاہت اور بعض دینی تحریکوں کی اختیار کردہ اصطلاح کے مطابق حکومت الٰہیہ ---- نظام اسلامی اور نظام مصطفیٰ کے قیام کا ہے!---- آئندہ ان شاء اللہ العزیز ہم یہ واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ اسلام میں اس نظام عدل اجتماعی کی اہمیت کیا ہے جس کا قیام "اسلامی انقلاب" کا مقصود و مطلوب ہے۔ اور اس سیاسی' معاشی اور سماجی نظام کے اہم خدوخال کیا ہوں گے جو اس کے نتیجے میں قائم ہوگا تاکہ "اسلامی انقلاب: کیا؟" کا جواب مکمل ہو جائے۔

سندھی دانشوروں کی اپیل کے جواب میں

حکیم بشیر احمد

۲۹ جون کے ندائے خلافت میں سندھ کے دانشوروں کی طرف سے ایک یادداشت بنام وزیر اعظم شائع ہوئی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ دانش ور اتنے منفی طریقے سے کیوں سوچتے ہیں ۔۲۷ جون کے نوائے وقت میں جی ایم سید کے صاحبزادے امداد محمد شاہ کا ایک انٹرویو شائع ہوا۔ مجھے خوشی ہے کہ موصوف نہایت متوازن' سنجیدہ اور صحیح سوچ کے مالک ہیں' اتنے صاحب ضمیر کہ اپنے باپ کے ساتھ بھی سیاسی طور پر منسلک نہیں ہوئے مگر یہ دانشور تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ بباطن کہیں سے تنخواہ وصول کررہے ہیں۔"ندائے خلافت" جیسے سنجیدہ جریدے کو بھی یہ زیبا نہیں کہ وہ ایسی غیر متوازن تحریریں شائع کرے ۔ بلکہ متنازعہ مسائل گلے میں ڈالنے ہی نہیں چاہئیں۔ ان دانشوروں کی یادداشت کا جواب تحریر کرتا ہوں ۔(ہمیں سب پاکستانی مسلمانوں کے جذبات کا یکساں پاس ہے ۔ ان میں سے کوئی "الحق" نہیں اور کوئی بھی "الباطل" نہیں۔ جیسے اپنے سندھی بھائیوں کا نقطہ نظر پیش کیا گیا ویسے ہی آپ کا موقف بھی ندائے خلافت میں جگہ پارہا ہے۔ مدیر)

۱)۔ مطالبہ ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں چھوٹے گاؤں سے لے کر شہروں تک اسلامی' تربیتی' اشاعتی مراکز قائم کئے جائیں ۔ کیا ان دانشوروں کو یہ معلوم نہیں کہ یہ کام انہی دانشوروں کے کرنے کا ہے۔ یہ کام اہل ذوق صاحب ثروت کیا کرتے ہیں' شروع اسلام سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے حتی کہ مدرسہ نظامیہ بغداد بھی حکومت کا مدرسہ نہیں تھا۔ ایشیا کے سب سے بڑے جاگیردار سندھ میں ہیں ۔ وفد لے کر انہیں ہاتھ جوڑ کر کہئے کہ کوئی کام عوام کے بھلے کا بھی کر لو!

۲۔ دوسرا مطالبہ ہے کہ سندھ کے بزرگان دین اور حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے افکار عالیہ کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کی جائے ۔ کیا ان دانشوروں کو معلوم نہیں کہ بزرگان دین مراکش سے لے کر سمرقند تک کے مسلمانوں کے مشترکہ بزرگ ہیں ۔ انہیں سندھی پنجابی بنانے کا فخر ایسے منفی سوچ کے دانشوروں کا ہی حصہ ہے اور ان کے افکار بھی ان کے پیرو کار ہی پھیلاتے ہیں ۔ آپ نے تعلیمات بھٹائی پر کیا لکھا ہے؟

۳)۔ یہ دونوں مطالبے تو تفنن طبع کے لئے تھے' دانشور اب اصلی مطالبات کی طرف آئے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے واضع طور پر اعلان کیا جائے کہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر نہ ہوگی ۔ کیوں صاحب کیا بموجب معاہدہ آپ کے حصے کا پانی آپکو نہیں ملے گا۔ یا سندھ کے پانی سے بجلی نکال کر آپکو بغیر بجلی کے پانی جائیگا؟ سندھ کے سیلابوں کو اگر ڈیم کے ذریعے کنٹرول کر کے پنجاب کی زراعت کو فائدہ پہنچے تو کیا وہ آپ کا فائدہ نہیں ہوگا؟

۴)۔ مطالبہ نمبر۴ بے شک معقول مطالبہ ہے کہ سندھ کی ۶۰ لاکھ ایکڑ اراضی ناجائز قبضہ داروں سے نکال کر غریب بہاریوں کو دی جائے' لیکن یہ بتائیں کہ کیا سندھ والوں نے کھیتی باڑی سیکھ لی ہے؟۔ کچھ عرصہ قبل سندھ سے بطور مالی جو کارکن متحدہ عرب امارات بھیجے گئے تھے وہ سب کے سب بھاگ آئے۔ سندھیوں کا معقولہ یہ رہا ہے کہ ماھنی 'ماچھی 'کھائیں گے' سندھ چھوڑ کر نہ جائیں گے ۔ آپکی زمین ضرور آپکو واپس ملنی چاہئے مگر ان زرخیز زمینوں کا پتہ آپ کو اس وقت چلا جب پنجابیوں کا پسینہ اسکی ریت میں جذب ہوا۔

۵)۔ اسلامی لحاظ سے بہاریوں کی آمد سندھ میں ناجائز ہے' اسکا اسلامی حل تلاش کیا جائے۔ یہ مطالبہ پڑھ کر جی چاہتا ہے کہ ان پروفیسروں کو اسلام کا مطلب سمجھایا جائے۔ جو کام سندھ میں ناجائز ہے' وہ ہم پنجاب والے جائز سمجھتے ہیں اور ہم پہلے ہی اعلان کر چکے ہیں کہ بہاریوں کو پنجاب میں آباد کیا جائیگا۔

۶)۔ وفاقی یا صوبائی ملازمتوں میں سندھیوں کو جائز حق دیا جائے' تو جناب اس سے کس کو انکار ہے مگر کیا سندھیوں نے اتنی تعلیم حاصل کرلی ہے ؟ اگر وہ تعلیم حاصل کر چکے ہیں تو کون ہے جو ان کو صوبائی اور وفاقی حکومت میں آنے سے روکے ۔ مجھے ۱۹۶۴ء میں حیدر آباد یونیورسٹی میں اسلامیات کا لیکچرر مقرر کیا گیا تھا اور میں ایسے پروفیسروں کی باتیں سنکر چوتھے دن واپس آگیا تھا جن کو ہندوؤں نے کتا فنڈ کے نام سے ہندو لڑکوں کو زیادہ نمبر دلانے کے لئے رشوت دینے کے لئے فنڈ قائم کیا ہوا تھا' بنگالیوں والا سبق پڑھایا تھا کہ پنجاب تم کو لوٹ رہا ہے ۔ حالانکہ پنجاب میں رونق اس پیسے کی ہے جو پنجاب کے محنت کش ممالک غیر سے کما کر بھیج رہے ہیں ۔ ۱۲ ارب کے اس زرمبادلہ میں سندھ کا حصہ کتنا ہے؟۔

۷)۔ مسلمانوں کی سندھی اور مہاجر قوم پرستی کے نقصانات کے ازالے کی غرض سے اسلامی وحدت و اخوت کے لئے تحریک شروع کی جائے' تو جناب یہ کام خالصتا اہل سندھ کا ہے ۔

۸)۔ کراچی اور حیدر آباد میں قدیم سندھی آبادیوں خصوصا شانتی نگر کو مسمار کرنیکا سلسلہ ختم کیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کام وفاقی حکومت نہیں بلکہ mqm والے کر رہے ہیں اور وہ اب یوم الحساب کو پہنچ گئے ہیں۔ ویسے پروفیسر صاحبان برا نہ منائیں ' شانتی نگر کی فکر آپکو پڑ گئی مگر آپ نے جو باب السلام کے وارث ہیں' محمد بن قاسم کی مسجد کا دراوڑ میں کیا حال بنا رکھا ہے؟ کیا اسلامی غیرت یہ ہے کہ اس مجاہد اعظم کی بنائی مسجد کا یہ حال کر دیا جائے کہ وہاں کوئی غازی نہ جائے' مسجد کا کوئی کونا سلامت نہ ہو اور اگر مسلمان اس مسجد کی زیارت کو جائے تو اسے لوٹ لیا جائے اور فخر یہ کیا جائے کہ سندھ میں ڈاکو تو محمد بن قاسم سے پہلے بھی موجود تھے ۔ حضرات ! خود اپنے آپ کو بدلئے ' دوسرے کو نہ کہئے کہ وہ آپ کی چھاتی پر پڑا پیر آپ کے منہ میں ڈالے۔

۹)۔ سندھ کا تعلیمی نظام تباہ ہوچکا ہے۔ ظاہر ہے یہ سندھ کے استادوں کا کام ہے۔ آج ہی اپنی تنظیم بنائیے اور اسکے خلاف ڈٹ جائیے۔ ویسے یہ حال سارے ملک میں ہے ۔ استاد بے چارہ کمزور ہے وہ کتا فنڈ کے لالچ میں آجاتا ہے۔ آیئے اکٹھے مل کر آہ وزاری کریں!

کشمیر جنت نظیر میں
آزاد جموں و کشمیر کی حکو
وداعی تحریک خ

آزاد کشمیر کے مسلمانوں کی مدت سے یہ آرزو تھی کہ امیر محترم اس سرزمین کا دورہ کریں جسے جنت ارضی بھی کہا جاتا ہے لیکن بوجوہ ایسا ممکن نہ ہوا ۔ قرآن کالج سے فارغ ہو کر جناب عبدالقیوم قریشی صاحب مظفر آباد گئے تو انہوں نے اپنی بے بضاعتی اور دیگر مجبوریوں کے باوجود تنظیم کا کام شروع کیا اور ۔۔ جاری بھی رکھا پھر وہاں دفتر بھی بنا لیا تو ناظم حلقہ شمالی پنجاب ' شمس الحق اعوان صاحب نے وہاں پے در پے دورے کئے اور حالات کا جائزہ لیا ۔ انہی دنوں آزاد کشمیر کی معروف دینی شخصیت جناب سید مظفر حسین ندوی صاحب نے تحریک خلافت کی معاونت قبول کی تو یہ ایک نمایاں پیش رفت تھی جس سے عمائدین و رفقائے تنظیم کے حوصلے بلند ہوگئے چنانچہ امیر محترم سے بڑے اصرار کے بعد منوایا گیا کہ ۲۹ر جون سے یکم جولائی تک کا وقت آزاد کشمیر کے لئے وقف کردیں ۔

مردان کار کی کمی کی وجہ سے ناظم حلقہ اعوان صاحب مع خالد محمود عباسی صاحب ناظم حلقہ شمالی پنجاب اور محمد ایثار عباسی متعلم قرآن کالج ۲۴ر جون کو مظفر آباد پہنچ گئے ۔ پروگرام تیار کیا گیا اور متوقع مسائل کا احاطہ کر کے تقسیم کار کی گئی ۔ بینرز تیار کرنے اور لگانے کا کام محمد آصف اختر قریشی اور محمد عتیق قریشی صاحبان نے سرانجام دیا ۔ یہ دونوں حضرات جناب محمد اختر قریشی صاحب کے بالترتیب فرزند اور بھانجے ہیں ۔ ہینڈ بل کی تقسیم اور مساجد میں کتبے لگانے کا کام جناب محمد قاسم ' انعام الحق ' محمد عاصم ' محمد طارق ' محمد خالد محمود عباسی ' اور محمد ایثار عباسی نے سرانجام دیا ۔ شہر اور نواح میں اعلان کے کام میں ان کے ساتھ راجہ عبدالوحید اور حماد رضا انصاری بھی شامل تھے ۔ حکومت سے اجازت کے حصول ' امیر محترم کی رہائش اور نقل و حرکت کے انتظام اور اخبارات سے رابطے کا کام جناب محمد اختر قریشی نے اپنے ذمے لیا ۔

مولانا سید مظفر حسین ندوی نے وزیراعظم آزاد کشمیر جناب سردار عبدالقیوم صاحب سے اجازت حاصل کرلی تھی کہ امیر محترم کے درس کا اہتمام سرکاری سطح پر ہونا چاہیے چنانچہ سردار عبدالقیوم نے نہایت خوشی سے اسے قبول کیا اور ہفتہ وار درس پیر کی بجائے منگل پر ملتوی کردیا گیا ۔ اس سلسلے میں سرکاری حکم بھی جاری کردیا جس کے لئے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے ۔ انہوں نے ۲۹ر جون کو امیر محترم کے اعزاز میں عشائیہ بھی ترتیب دیا ۔

۲۹ر جون دوپہر سوا ایک بجے امیر محترم مظفر آباد کے ہوائی اڈے پر اترے --- ناظم حلقہ معاون تحریک محمد حسین عباسی صاحب کی گاڑی میں امیر محترم کو لانے کے لئے ہوائی اڈے پر موجود تھے لیکن جناب محمد اختر قریشی خورشید احمد صاحب کی آرام دہ گاڑی لے آئے اور امیر محترم کو لے کر سیدھے یونیورسٹی ہوسٹل کا رخ کیا جہاں ان کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا ۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ تنظیم اسلامی کے دفتر تشریف لے گئے جو حال ہی میں کرایہ پر مستعار لیا گیا تھا اور جس کا افتتاح مطلوب تھا ۔ دوپہر کا کھانا وہیں کھایا گیا ۔

جلسے کا وقت ساڑھے پانچ بجے سہ پہر اڑہ میں طے تھا ۔ نماز عصر کے اختتام کا انتظار کرتے ہوئے پانچ منٹ کی تاخیر سے یعنی پانچ بج کر پینتیس منٹ پر جلسے کا آغاز کیا گیا ۔ سٹیج سیکریٹری کے فرائض عبدالقیوم قریشی صاحب نقیب اسرہ کے ذمے تھے ۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد انہوں نے مختصر وقت میں امیر محترم کی دینی خدمات کا تعارف کرایا جس میں قرآن اکیڈمی لاہور کی تعمیر اور پھر اس کے بعد قرآن اکیڈمی کراچی ' ملتان اور فیصل آباد کا تذکرہ ہوا ۔ پھر قرآن کالج اور اس کے علاوہ اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کے لئے دو سالہ اور ایک سالہ مختصر ۔۔۔ لیکن جامع کورسز کا اجراء ' خط و کتابت کورسز اور عربی کی تعلیم کے آغاز کا ذکر ہوا ۔ پھر کہا کہ "ڈاکٹر صاحب انجمن خدام القرآن کے قیام ' تنظیم اسلامی کی تاسیس اور تحریک خلافت جیسی پر خطر وادی میں قدم رکھنے کے بعد تحریک کے کام کو آگے بڑھانے کے فریضہ کی ادائیگی میں صحت کی خرابی کے باوجود آج اپر اڑہ میں آپ کے درمیان موجود ہیں اور اب میں آپ سے خطاب کے لئے انہی کو یعنی امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد کو زحمت دے رہا ہوں"

امیر محترم کی تشریف آوری سے قبل ہی تمام کرسیاں بھر چکی تھی اور جونہی ان کی تقریر شروع ہوئی ' جلسہ گاہ کے چاروں اطراف بھی لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ گئے ۔ ڈیڑھ گھنٹے کی طویل تقریر میں سامعین کی محویت دیدنی تھی جن میں اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں اور ایوان حکومت سے وابستہ ذمہ دار حضرات کی خاصی تعداد بھی تھی ۔

امیر محترم نے قرآن حکیم کی آیات ' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روشنی اور موجودہ حالات کے تناظر میں بتایا کہ احیائے اسلام شدنی ہے اور نظام خلافت کا احیاء یقینی ہے ۔ انہوں نے فرمایا کہ اگرچہ مسلم ممالک پر سیکولر

...لافت کی ایمان افروز ندا
...ت۔ نے بھی امیر تنظیم اسلامی
...لافت کی پذیرائی کی

...قائع نگار

حکومتوں کو مسلط کر کے مسلمانوں کو دبانے کی کوشش کی جارہی ہے لیکن انہی ممالک میں بنیاد پرست نوجوانوں کی تحریکیں بھی پروان چڑھ رہی ہیں گویا "نغمے بے تاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لئے" انہوں نے فرمایا کہ یہی وہ خطہ زمین ہے جس میں اسلام پر پہلے ہزار سال گزرنے کے بعد دین کے متعدد مجدد پیدا ہوئے ہیں اور کتنی ہی تحریکوں نے جنم لیا۔ خود پاکستان کا اسلام کے نام پر وجود میں آنا اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ یہیں سے اسلام کی عظمت رفتہ کا آغاز ہوگا اور پھر دعا پر جلسے کا اختتام ہوا۔

مغرب کی نماز جامع مسجد اہل حدیث میں ادا کی گئی اور وہاں مولانا محمد یونس الاثری خطیب مسجد کی صحت یابی کیلئے دعا بھی کی گئی۔ مغرب کے بعد دفتر تنظیم اسلامی مین بازار بالمقابل پاک میڈیکل سٹور (فون نمبر ۴۶۷۷) میں سوال و جواب کی نشست ہوئی جس میں پچیس تیس احباب تشریف لائے۔ موضع ہٹیاں سے بھی پندرہ بیس احباب تشریف لائے تھے لیکن اس بھرپور محفل کو جلد ہی برخواست کرنا پڑا کیونکہ وزیر اعظم جناب سردار عبدالقیوم نے عشائیہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ ہمیں معلوم نہ تھا کہ عشائیہ میں تمام وزراء اور ایم۔این۔اے صاحبان بھی مدعو تھے اور آٹھ بجے سے منتظر تھے۔ امیر محترم نے اس سہو پر معذرت کی اور دیر سے آنے کا سبب بھی بتایا۔ یہاں ایم۔این۔اے اور سب وزرا چونکہ جمع تھے چنانچہ وہیں طے کر لیا گیا کہ اسمبلی کا اجلاس اس طرح ترتیب دیا جائے (یاد رہے کہ بجٹ سیشن جاری تھا) کہ امیر محترم کے اگلے پروگرام میں تمام وزراء، سیکرٹری صاحبان اور متعلقہ ملازمین بھی شرکت کرسکیں۔ اس قرارداد کے بعد سب لوگ شام کے کھانے سے لطف اندوز ہوئے جو سادہ لیکن پر کشش تھا۔

۳۰ جون کو صبح کا ناشتہ برادرم عبدالقیوم قریشی کے گھر پر تھا۔ ان کے والد محترم اور چچا نے امیر محترم کا استقبال کیا جبکہ محمد یوسف صاحب اور مشرف صاحب نے نہایت سبک روی سے ناشتہ ترتیب دیا۔ چونکہ تاخیر ہورہی تھی لہٰذا جلد ہی وہاں سے رخصت حاصل کی اور ٹھیک دس بجے وزیر اعظم سیکریٹریٹ میں پہنچ گئے۔ ملازمین کی کثیر تعداد پہلے سے جمع تھی لیکن اسمبلی سیشن کی وجہ سے ایم۔این۔اے صاحبان کی آمد میں ذرا دیر تھی۔ وزیر اعظم سیکریٹریٹ کا وسیع و عریض ہال تنگ ہوتا جارہا تھا چنانچہ بغلی دروازے کھول دئے گئے۔

تلاوت قرآن حکیم کے بعد نعت پڑھی گئی۔ نعت معنوی اعتبار سے اور لحن میں بھی پر اثر تھی۔ ٹھیک پونے گیارہ بجے امیر محترم نے مائیک سنبھالا اور "خلافت کیا، کیوں اور کیسے" کے موضوع پر مفصل گفتگو کی۔ انتخابات کی بجائے انقلاب کی بات پورے شدومد کے ساتھ اس ایوان میں کہی گئی جس کی بنیاد ہی انتخابات پر رکھی گئی ہے۔ تاہم یہ باتیں ارباب اقتدار اور حزب مخالف دونوں نے بڑے صبرو تحمل سے سنیں۔

یہ اجتماع اس لحاظ سے منفرد تھا کہ اس میں وزیر اعظم سے لے کر چپڑاسی تک ایک ہی صف میں بیٹھے تھے۔ اسلامی نظام قائم ہوگا تو اسی طرح جگہ جگہ ایک ہی صف میں محمود و ایاز کھڑے نظر آئیں گے اور تمیز بندہ و آقا ختم ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ۔ اس کے بعد بھاگم بھاگ بار کونسل پہنچے جہاں صدر بار ایسوسی ایشن جناب ابراہیم ضیا منتظر تھے۔ سوا بارہ بجے سے سوا ایک بجے تک امیر محترم نے "استحکام پاکستان" کے موضوع پر گفتگو کی اور بعد میں سوالات کے جوابات دئے۔ امیر محترم نے بتایا کہ اگر ہم اس ملک کی بقا اور استحکام چاہتے ہیں تو ہمیں نقلی اسلام نہیں بلکہ حقیقی اور واقعی اسلام لانا ہوگا۔ اگر ہم یہاں اسلام لانے میں ناکام ہوگئے تو اس ملک کا جواز ہی ختم ہوجائے گا اور پھر قرطبہ کی طرح "ہماری داستان بھی نہ ہوگی داستانوں میں"۔

دوپہر کا کھانا متعلم قرآن کالج حماد رضا انصاری کے ہاں کھایا۔ شہر میں فن طبابت سے وابستہ یہ گھرانا دین اسلام کی خدمت میں ہر وقت مستعد رہتا ہے۔ موسم کی خرابی کی وجہ سے شام کی فلائٹ منسوخ ہوچکی تھی چنانچہ واپسی محمد حسین عباسی صاحب کی سوزوکی کیب میں ہوئی۔ مظفر آباد سے بیروٹ تک امیر محترم کے لئے ڈرائیونگ کا شرف ناظم حلقہ کے حصہ میں آیا اور بیروٹ سے اسلام آباد تک محمد ندیم صاحب معاون تحریک اس میں حصہ دار بنے۔

یکم جولائی کو اسلام آباد میں مختلف مکاتب فکر کے علماء واحباب سے ملاقاتیں رہیں۔ دوپہر کے کھانے کے بعد تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ بعد نماز عصر رفقاء تنظیم و معاونین تحریک راولپنڈی سے ملاقات طے تھی جس کا اہتمام جناب سید اکرم علی واسطی صاحب نے کیا تھا —— ساڑھے آٹھ بجے شب کی پرواز سے ناظم حلقہ عزیزم عاطف وحید نے امیر محترم کو اس دعا کے ساتھ رخصت کیا کہ انہیں امیر محترم کی ایسی رفاقت بار بار نصیب ہو دگرنہ کم از کم "خدایا! ایں کرم بار دگر کن"۔

اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

اسلامی انقلاب کے معنی اور مفہوم

ڈاکٹر اسرار احمد

(بشکریہ روزنامہ نوائے وقت)

یوں تو اسلامی انقلاب کی اصطلاح بعض مذہبی حلقوں میں ایک محدود پیمانے پر پہلے سے بھی گردش میں تھی' لیکن ایران میں شاہ کی حکومت کے خاتمے اور جناب خمینی کی قیادت و سیادت میں علماء کی حکومت کے قیام کے بعد سے تو یہ اصطلاح صرف عالم اسلام ہی میں نہیں' پورے شرق و غرب میں نہایت کثرت سے استعمال ہو رہی ہے۔ چنانچہ پاکستان کی بھی وہ تمام مذہبی جماعتیں جو سیاسی میدان میں بر سر کار ہیں اسے نعرے کے طور پر اپنائے ہوئے ہیں' اگرچہ اس پر کبھی وضاحت کے ساتھ گفتگو نہیں ہوئی کہ اس سے مراد کیا ہے اور یہ کیسے برپا کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ پانچ چھ سال قبل' ایک سال کے وقفے سے جمعیت علماء اسلام کے اس وقت کے دو گروپوں کی بڑی کانفرنسیں مینار پاکستان لاہور کے زیر سایہ منعقد ہوئیں تو دونوں ہی میں صبح سے شام تک بڑی انقلابی تقریریں ہوئیں' اور اسلامی انقلاب کے فلک شگاف نعرے لگے (اور ایک میں تو کلاشنکوف بھی فضا میں لہرائی گئی!) لیکن دونوں ہی کے اختتام پر کارکنوں کو جو آخری پیغام دیا گیا وہ یہ تھا کہ الیکشن قریب ہیں' تیاری شروع کردو!----- حالانکہ کم از کم یہ حقیقت تو اظہر من الشمس ہے کہ انقلاب کہتے ہیں نظام کے بدلنے کو' اور انتخابات کے ذریعے کسی نظام کو بنیادی طور پر تبدیل نہیں کیا جاسکتا' بلکہ صرف اسے چلانے کے لئے ہاتھ منتخب کئے جاتے ہیں۔ بنابریں شدید ضرورت ہے کہ "اسلامی انقلاب: کیا؟ کیوں؟ اور کیسے؟" کے موضوع پر قدرے تفصیل کے ساتھ بات کی جائے۔ چنانچہ آج سے اللہ کا نام لے کر اور اس کی تائید و نصرت کے بھروسے پر اس کا آغاز کیا جارہا ہے!

اسلامی انقلاب کی اصطلاح

اس میں ہرگز کوئی شک نہیں ہے کہ "اسلامی انقلاب" ایک جدید اصطلاح ہے۔ اور قرآن حکیم کے بارے میں تو یہ قطعی اور حتمی طور پر معلوم ہے کہ اس میں یہ اصطلاح کہیں بھی وارد نہیں ہوئی۔ گمان غالب یہ ہے کہ حدیث کے پورے ذخیرے میں بھی یہ اصطلاح کہیں موجود نہیں ہے۔ تاہم قرآن مجید میں اس کے ہم معنی الفاظ اور مترادف اصطلاحات بکثرت موجود ہیں اور حدیث میں بھی کم از کم ایک اضافی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔

نحو کی رو سے "اسلامی انقلاب" مرکب توصیفی ہے اور اس کے مفہوم و مطلب کی تعیین کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس کے دونوں اجزائے ترکیبی کے مفہوم کو معین کر لیا جائے۔

انقلاب عربی زبان کا لفظ ہے اور "ق ل ب" کے مادے سے باب انفعال کا مصدر ہے۔ اس مادے کا بنیادی مفہوم کسی حالت یا کیفیت میں تبدیلی پیدا ہوجانا ہے۔ اور اغلباً "دل کو قلب اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کی کیفیت ہر وقت بدلتی رہتی ہے اور اسے کسی حالت پر قرار حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ ہر دم یا پھیل رہا ہوتا ہے یا سکڑ رہا ہوتا ہے!

باب انفعال کی خصوصیت غیر پر اثر انداز ہونے کی بجائے خود اثر پذیر ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لفظ "انفعال" خود بھی، شرمندگی اور خجالت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (جیسے علامہ اقبال کے نوعمری کے زمانے کے کہے ہوئے اس شعر میں ہے جس پر حضرت داغ نے دل کھول کر داد دی تھی۔ یعنی ؎ موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے۔ قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے")بنا بریں --- "انقلاب" کے لفظی معنی ہیں: بدل جانا یا ہوجانا' اور لوٹ جانا یا لوٹ آنا۔

انقلاب کا اصطلاحی استعمال

اردو زبان میں یوں تو لفظ "انقلاب" اپنے اصل لغوی معنی کے اعتبار سے خالص نجی حالات اور انفرادی کیفیات کی تبدیلی سے لے کر نظام اجتماعی کی ہمہ گیر تبدیلی تک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کا اطلاق خالص ذہنی و فکری اور نظریاتی و نفسیاتی تغیر سے لے کر اخلاق و کردار کے جملہ پہلوؤں حتیٰ کہ ریاست و حکومت تک کی تمام سطحوں کی تبدیلیوں پر کردیا جاتا ہے۔ چنانچہ ذہنی انقلاب' فکری انقلاب' نظریاتی انقلاب' اخلاقی انقلاب' عملی انقلاب' سماجی انقلاب' ثقافتی انقلاب' صنعتی انقلاب' معاشی انقلاب' سیاسی انقلاب' حتیٰ کہ فوجی انقلاب تک کے الفاظ عام طور پر استعمال ہوتے ہیں لیکن اصطلاحاً" اس کا اطلاق کسی ملک یا معاشرے کے اجتماعی نظام میں کسی اساسی نوعیت اور قابل لحاظ مقدار کی حامل تبدیلی پر ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ۳۰۰ء کے لگ بھگ جب رومی شہنشاہ قسطنطین نے بت پرستی اور دیویوں اور دیوتاؤں کے مذہب کو ترک کر کے عیسائیت اختیار کی اور اس کے نتیجے میں ایک عظیم سلطنت کی

پوری آبادی کا مذہب تبدیل ہوگیا تو اگرچہ یہ عقیدہ اور مذہب کی سطح پر تاریخ انسانی کی عظیم ترین تبدیلی تھی لیکن اس واقعہ کو کبھی "انقلاب عالم" کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا۔ اس کے برعکس فرانس کا انقلاب بجا طور پر "انقلاب" کہلانے کا مستحق قرار پایا۔ اس لئے کہ اس کے ذریعے سیاسی نظام میں بنیادی تبدیلی رونما ہوئی۔ اسی طرح روس کا اشتراکی انقلاب بھی واقعتہً "انقلاب" تھا۔ اس لئے کہ اس کے نتیجے میں کم از کم معاشی نظام جڑ بنیاد سے تبدیل ہوگیا وقس علی ذالک۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ "انقلاب" کے لفظ کا بہ تمام و کمال اطلاق اگر ہو سکتا ہے تو صرف اور صرف اس ہمہ گیر اور ہمہ جہتی تبدیلی پر جو اب سے چودہ سو سال قبل جزیرہ نمائے عرب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس سالہ جدوجہد کے نتیجے میں رونما ہوئی تھی!

کامل انقلاب کا اعلیٰ ترین نمونہ

اس لئے کہ اس "انقلاب محمدیؐ" کے نتیجے میں خالص انفرادی معاملات حتیٰ کہ عقائد و نظریات سے لے کر "قوم و آئین و حکومت" کی بلند ترین سطح تک ہر شے بدل گئی' یہاں تک کہ وہاں شاید خورد بین کے ذریعے ہی کسی ایسی چیز کا سراغ مل سکے جو اپنی سابقہ حالت پر برقرار رہ گئی ہو۔ چنانچہ اپنوں کی مدح و ستائش سے قطع نظر اس کی گواہی موجودہ صدی کے اوائل میں تو دی تھی ایم این رائے ایسے عظیم انقلابی انسان نے اپنی تالیف "ہسٹاریکل رول آف اسلام" میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلابی رہنما قرار دے کر اور حال ہی میں یہ گواہی زیادہ موثر اور مدلل انداز میں دی ہے ڈاکٹر مائیکل ہارٹ نے اپنی تالیف "THE 100" میں آنحضورؐ کو نسل آدم کا عظیم ترین فرد قرار دے کر اور اس کی دلیل کے طور پر اس حقیقت کو پیش کر کے "وہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نسل انسانی کے واحد فرد ہیں جو بیک وقت مذہبی اور سیاسی دونوں میدانوں میں انتہائی کامیاب ہیں"۔

"انقلاب" اگرچہ عربی زبان کا لفظ ہے' لیکن چونکہ ---- اولاً یہ قرآن و حدیث میں استعمال نہیں ہوا تھا--- ثانیاً جب سے یورپ میں انقلابات کے دور کا آغاز ہوا عالم عرب ع " جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی!" کے مصداق شدید جمود کی گرفت میں تھا اور غفلت کی گہری نیند میں مدہوش تھا لہٰذا ماضی قریب کی "جدید عربی" بھی اس لفظ سے خالی رہی' بلکہ اس کے برعکس جب مختلف عرب ممالک میں عوامی بیداری پیدا ہوئی اور یکے بعد دیگرے عرب ملکوں میں فوجی انقلاب آنے شروع ہوئے تو ان کے لئے بھی جو لفظ استعمال ہوا وہ "انقلاب" کا نہیں بلکہ "ثورۃ" کا تھا اس لئے کہ اس لفظ کے اساسی مفہوم میں ہیجانی اور طوفانی کیفیات جزو لاینفک کی حیثیت سے شامل ہیں اور عرب عوام کی بیداری کی کیفیت واقعتہً کسی انسان کے گہری نیند سے چونک جانے اور ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھنے بلکہ بھاگ پڑنے کی کیفیت سے مشابہ تھی!--- تاہم مولانا مسعود عالم ندویؒ نے اب سے تیس چالیس سال قبل "اسلامی حکومت کیسے قائم ہوتی ہے؟" کا ترجمہ "منہاج الانقلاب الاسلامی" سے کیا تھا اور اب تدریجاً پورے عالم عرب میں "انقلاب" ہی "ثورۃ" کی جگہ لے رہا ہے۔

انگریزی زبان میں انقلاب کا مفہوم

انگریزی زبان کے لفظ "ریوولیوشن" کا معاملہ بھی بالکل اردو کے "انقلاب" ہی کے مانند ہے۔ چنانچہ مسٹر کرین برنٹن نے اپنی مشہور تالیف "دی اناٹومی آف ریوولیوشن" میں اس لفظ پر کئی صفحات میں بحث کی ہے۔ جس کا حاصل وہی ہے جو لفظ انقلاب کے ضمن میں اوپر بیان ہوچکا ہے۔ البتہ انگریزی زبان کی کم از کم یہ احتیاط قابل ذکر ہے کہ اس میں کسی ملک میں فوجی حکومت کے قیام کو "انقلاب" یا ریوولیوشن" کے لفظ سے تعبیر نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے لئے ایک جداگانہ اصطلاح استعمال کی جاتی ہے یعنی "کوڈی تا" اس لئے کہ اس صورت میں ملک کے نظام اجتماعی میں کوئی اساسی تبدیلی واقع نہیں ہوتی بلکہ اوپر کے انتظامی ڈھانچے میں ایک عنصر کا "اضافہ" ہوتا ہے!

"اسلام" کے لفظی معنی

رہا "اسلام" تو وہ اللہ کے دین کے لئے اسم علم کی حیثیت رکھتا ہے۔ لفظاً---- اسلام " س ل م " کے مادے سے باب افعال کا مصدر ہے۔ اس مادے کا اصل مفہوم امن اور سلامتی ہے۔ فعل کی صورت میں جب یہ ثلاثی مجرد میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں "خود سلامتی میں ہونا' اور اس سے اسم فاعل بنتا ہے سالم جس کے معنی ہیں صحیح و ثابت اور پورے کا پورا بغیر کمی کے' ("جب کشتی ثابت و سالم تھی ساحل کی تمنا کس کو تھی - اب ایسی شکستہ کشتی پر ساحل کی تمنا کون کرے") اور جب یہ باب افعال سے آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی دوسرے کو سلامتی دینا یا اس کے حق میں سراپا سلامتی بن جانا' اور اس سے اسم فاعل بنتا ہے "مسلم" یعنی غیر مضر اور غیر متحارب!۔

لفظ "اسلام" کے محاوراتی استعمالات میں کچھ ایسا مشترک پس منظر سامنے آتا ہے کہ جیسے دو فریقوں کے درمیان مقابلہ اور کشاکش جاری ہو اور واقعتہً ان میں سے ایک مقابلے سے دستکش ہو کر دوسرے کی اطاعت قبول کر لے۔ اسی لئے فارسی میں "اسلام" کے مفہوم کی تعبیر کے لئے "گردن نہادن" اور "سپر انداختن" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

جیسے کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے' اسلام اللہ کے دین کے لئے اسم علم کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ سورۃ آل عمران کی آیت ۱۹ میں مثبت طور پر ارشاد ہوتا ہے: (ترجمہ) "یقیناً اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے" اور منفی انداز میں آیت ۸۵ میں فرمایا گیا: (ترجمہ) "جو اسلام کے سوا کسی دین کو اختیار کرے گا وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا!" لہٰذا اس بحث میں لفظ "دین" کے لغوی اور اصطلاحی معنوں پر غور بھی لازمی ہے۔

اسلام "دین" ہے

عربی لغت میں "دین" کا اساسی مفہوم بالکل وہی ہے جس میں یہ لفظ "اساس" القرآن یعنی سورۃ فاتحہ میں استعمال ہوا ہے یعنی بدلہ یا جزا و سزا۔ اس لئے کہ بدلہ لامحالہ نیکی کا جزا کی صورت میں ہوتا ہے اور بدی کا سزا کی صورت میں اس لغوی اساس سے اٹھا کر قرآن حکیم نے جب لفظ "دین" کو اپنی مخصوص اصطلاح کی صورت دی تو اس میں اولاً اطاعت اور تابعداری کا مفہوم پیدا ہوا' اس لئے کہ بدلے اور جزا و سزا کا تصور مستلزم ہے کسی قانون اور ضابطے اور اس کی اطاعت یا مخالفت کے تصور کو۔ اور بالآخر اس نے "نظام اطاعت" کے معنی اختیار کر لئے جس کی اضافت حقیقی تو اس ذات کی جانب ہوتی ہے جسے مطاع مطلق مان کر اس کی رضا و منشا کے مطابق

زندگی کا تفصیلی ڈھانچہ اور ضابطہ تیار کیا جائے۔ البتہ اس کی مجازی اضافت و نسبت ان لوگوں کی طرف بھی ہوجاتی ہے جو اس نظام اطاعت کو قبول اور اختیار کر لیں چنانچہ قرآن حکیم میں حقیقی اضافت کی مثالیں ہیں "دین الملک" (سورۃ یوسف: آیت ۷۶) یعنی بادشاہ کا دین یا نظام شاہی اور "دین اللہ" (سورۃ نصر: آیت ۲) یعنی اللہ کا دین یا "نظام اطاعت خداوندی" یعنی اسلام! اسی پر قیاس کرتے ہوئے عہد حاضر کے مقبول ترین نظام حکومت یعنی جمہوریت کو قرآنی اصطلاح میں تعبیر کیا جاسکتا ہے "دین الجمہور" سے۔

الغرض اسلام نام ہے اس مکمل نظام زندگی کا جو اللہ کو صرف محدود مذہبی معنوں میں معبود حقیقی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وسیع تر تمدنی و سیاسی مفہوم میں حاکم حقیقی اور مطاع مطلق مان کر اس کی مرضی و منشا کے مطابق مرتب و منظم کیا جائے اور جو انسانی زندگی کے جملہ انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں پر حاوی ہو!

سلامی انقلاب کا اصل ہدف

بنا بریں ---- اسلامی انقلاب کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ کسی ملک یا معاشرے میں اللہ کی حاکمیت کے اصول پر مبنی نظام بالفعل قائم ہوجائے۔ اور پوری قوم یا پورا معاشرہ مجموعی طور پر اللہ کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے نظام اطاعت کو عملاً قبول کرلے اور جیسے کہ اس سے قبل "انقلاب" کے مفہوم کی وضاحت کے ضمن میں عرض کیا جاچکا ہے، اس معاملے میں اصل اہمیت اسلام کے نظام اجتماعی کی ہے نہ کہ افراد کے عقائد و اعمال کی۔ ۔ اس لئے کہ جہاں اخروی نجات و فلاح کے حصول اور افراد کی سیرت و کردار کی تعمیر کے اعتبار سے اہم تر معاملہ عقائد اور عبادات کا ہے، وہاں انقلاب، کے نقطہ نظر سے اصل اہمیت اسلام کے نظام عدل اجتماعی اور دین حق کے نظام عدل و قسط کو حاصل ہے ---- یہی وجہ ہے کہ انقلاب محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی تکمیل پر نظام اسلامی نے ان لوگوں کے لئے تو نہ صرف یہ کہ اپنے اندر گنجائش پیدا کرلی تھی جو اسلام کے عقائد و عبادات کو قبول نہ کریں، یعنی اسلام کو بطور "مذہب" اختیار نہ کریں بلکہ کسی دوسرے مذہب پر قائم رہیں چنانچہ خواہ یہودی رہیں خواہ نصرانی، اور خواہ مجوسی رہیں خواہ کچھ اور، بلکہ انہیں ایک آئینی و دستوری حیثیت بھی عطا کردی تھی اور عقائد و عبادات پر مستزاد قانون شخصی کی حد تک مکمل آزادی بھی دے دی تھی، لیکن اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے ضمن میں کسی قسم کی نرمی یا لچک کو گوارا نہیں کیا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ یہ بنیادی اصول سب کے حق میں یکساں موثر اور رائج تھا کہ ----- "تم میں سے ہر ضعیف میرے نزدیک قوی ہوگا جب تک کہ میں اسے اس کا حق نہ دلوا دوں اور ہر طاقتور کمزور ہوگا جب تک اس سے حق وصول نہ کرلوں"

اس ہدف کے قرآنی نام

اب آیئے کہ ہم یہ دیکھیں کہ "اسلامی انقلاب" کے اس مفہوم کو قرآن حکیم نے کن الفاظ و اصطلاحات کے ذریعے واضح کیا ہے۔ اس ضمن میں تمہیداً" اس حقیقت کی جانب اشارہ مفید ہوگا کہ قرآن حکیم کے مخصوص اسلوب میں ع "اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں"! کے مصداق "تصریف" یعنی ایک ہی مضمون کو مختلف الفاظ، مختلف پیرا یہ ہائے بیان اور مختلف ترتیب سے بیان کرنے کو ایک مستقل وصف کی حیثیت حاصل ہے چنانچہ اسلامی انقلاب کے مفہوم کو قرآن حکیم میں کم از کم چار مستقل اصطلاحات کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے

۱) اسلامی انقلاب کے لئے قرآن حکیم نے جو اصطلاح اولین دور یعنی آغاز وحی کے متصلاً" بعد استعمال کی وہ "تکبیر رب" ہے۔ چنانچہ سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات میں جو تقریباً بالا تفاق تیسری یا چوتھی وحی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ کو جو عظیم اور تاریخ ساز احکام دئے گئے ہیں وہ یہ ہیں: (ترجمہ)" اے لحاف میں لپٹنے والے، اٹھو اور لوگوں کو خبردار کرو، اور اپنے رب کی تکبیر کرو"

"تکبیر" کے لفظی معنی ہیں کسی چیز کو بڑا کرنا یا بڑا بنانا، جیسے تصغیر کے معنی ہیں کسی چیز کو چھوٹا کرنا یا چھوٹا بنانا اور تسہیل کے معنی ہیں آسان کرنا یا آسان بنانا۔ چنانچہ عربی زبان کی عام کہاوت ہے "کبرنی موت الکبراء" یعنی مجھے بڑا بنادیا بڑوں کی موت نے! لہٰذا تکبیر رب کے لفظی معنی ہیں اللہ کو بڑا کرنا یا بڑا بنانا اور اس سے مراد ہے وہ نظام بالفعل قائم کرنا جس میں اس کی بڑائی کو غیر مشروط طور پر تسلیم کیا جائے اور اس کے اوامر و نواہی اور قواعد و قوانین کو قطعی اور حتمی طور پر بالادستی حاصل ہو۔

گویا سورۂ مدثر کی مندرجہ بالا آیات مبارکہ کے ترجمے کو اگر ذرا وضاحت سے بیان کیا جائے تو یوں ہوگا: "اے کپڑے میں لپٹے ہوئے (یعنی اے حکیمانہ غور و فکر یا عاشقانہ موز و گداز میں مستغرق پیغمبر) کھڑے ہو جاؤ! (یعنی اپنے پیغمبرانہ مشن کی تکمیل اور فرائض رسالت کی ادائیگی کے لئے کمر کس لو) پس خبردار کردو (یعنی تمہاری اس جدوجہد کا نقطہ آغاز ہے لوگوں کو بعث بعد الموت، حشر و نشر، حساب کتاب، جزاو سزا اور جنت و دوزخ کے بارے میں متنبہ کردینا) اور اپنے رب کی تکبیر کرو! (یعنی تمہاری اس جدوجہد کی منزل مقصود ہے اپنے رب کی کبریائی کا بالفعل قیام و نفاذ---- یا بالفاظ دیگر، اسلامی انقلاب!)

تکبیر رب کے مفہوم کی یہ عظمت اس سے بھی بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ سورۃ بنی اسرائیل کی آخری آیت جو نہایت معجزانہ جامعیت کے ساتھ توحید کے علمی اور عملی تقاضوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے ختم ہوئی ہے ان پر جلال الفاظ پر کہ (ترجمہ) اس کی بڑائی کرو جیسے اور جتنا کہ اس کی بڑائی کا حق ہے!" اور ظاہر ہے کہ اللہ کی کبریائی کا حق صرف یہی نہیں ہے کہ اس کا اقرار کرلیا جائے بلکہ یہ بھی ہے کہ اسے انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر بالفعل قبول اور نافذ کیا جائے!

۲) اسلامی انقلاب کے لئے دوسری اور اہم ترین قرآنی اصطلاح، اقامت دین ہے چنانچہ سورۂ شوریٰ کی آیت ۱۳ میں ارشاد ہوتا ہے: (ترجمہ)" (اللہ نے) نے راہ ڈال دی (یعنی مقرر کردیا) تمہارے لئے دین (کے ضمن) میں وہی جس کی تاکید تھی اس نے نوحؑ کو، اور جس کی وحی کی ہم نے (اے نبیؐ) آپ کی جانب، اور جس کی تاکید کی تھی ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو کہ قائم کرو (یا قائم رکھو) دین کو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو اس کے بارے میں"!

اس آیہ مبارکہ میں اگرچہ بعض نحوی مشکلات ہیں جن کی بنا پر مترجمین کے مابین اس کے ترجمے میں قدرے اختلاف واقع ہوا ہے لیکن اس امر پر جملہ مفسرین و محققین کا اجماع ہے کہ مختلف رسولوں کو عطا ہونے والی شریعتوں کے مابین تو کسی قدر فرق و تفاوت رہا ہے۔ جیسے سورۃ مائدہ

کی آیت نمبر۴۸ میں بیان ہوا ہے لیکن حضرت آدمؑ سے اب دم تک دین ایک ہی رہا ہے اور اسی کو قائم رکھنے یا قائم کرنے کا تاکیدی حکم ہر رسول اور اس کی وساطت سے اس کی امت کو دیا جاتا رہا ہے!--- یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی ملک کا آئین یا دستور اساسی تو قائم و دائم رہے لیکن اس کے تحت تفصیلی قوانین میں وقتاً فوقتاً ردو بدل ہوتا رہے! گویا "دین" مشابہ ہے دستور کے اور شریعت مشابہ ہے قانون کے۔

رہی یہ بات کہ "اسلامی انقلاب" یا "اقامت دین" کے اعتبار سے زیادہ اہمیت اسلام کے نظام عدل اجتماعی اور دین حق کے نظام عدل و قسط کے قیام کو حاصل ہے تو وہ اس سے ثابت ہوتی ہے کہ سورۃ شوریٰ کی آیت ۱۳ میں "اقامت دین" کے تاکیدی حکم کے فوراً بعد آیت ۱۵ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا گیا کہ (ترجمہ) "مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہارے مابین عدل کروں" اور آیت ۱۷ میں بڑے شاہانہ جلال کے ساتھ فرمایا گیا: (ترجمہ): اللہ وہ ہے جس نے کتاب بھی نازل فرمائی فیصلہ کن بات کے ساتھ اور میزان بھی نازل فرمائی!") ----اور یہاں ظاہر ہے کہ میزان سے مراد وہ نظام عدل و قسط ہے جس میں ہر ایک کے حقوق و فرائض تو لے جائیں!

۳) "اسلامی انقلاب" کے لئے تیسری اور واضح ترین قرآنی اصطلاح ہے غلبہ دین حق۔ چنانچہ قرآن حکیم میں تین مقامات پر (سورۃ توبہ آیت ۳۳ سورۃ فتح آیت ۲۸ اور سورۃ الصف آیت ۹) جو الفاظ مبارکہ بغیر ایک شوشے کے فرق کے وارد ہوئے ان کا ترجمہ کسی قدر وضاحتی اضافوں کے ساتھ یوں ہوگا کہ: "وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول (محمدؐ) کو الہدیٰ (قرآن حکیم) اور دین حق (اسلام) کے ساتھ تاکہ وہ غالب کردے اس کو پورے کے پورے دین پر!"

قرآن حکیم میں بغیر ایک شوشے کے فرق کے تین بار وارد ہونے والے ان الفاظ مبارکہ کی اہمیت پر اس وقت تفصیلی روشنی ڈالنا ممکن نہیں ہے۔ البتہ یہ اجمالی اشارہ ضروری ہے کہ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے انہیں پورے قرآن مجید کا عمود یعنی مرکز و محور قرار دیا ہے۔ اور فلسفہ ولی اللہی کے ایک اہم شارح مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم نے انہیں بین الاقوامی یا عالمی اسلامی انقلاب کا عنوان قرار دیا ہے۔ اور یہ بات تو ہر انسان بطور خود سمجھ سکتا ہے کہ ان الفاظ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد بعثت کی اتمامی اور تکمیلی شان بیان فرمائی ہے۔ لہٰذا یہ سیرت النبیؐ کے صحیح فہم کے لئے مرکزی کلید ہیں!----- اور یہ بات پہلے عرض کی ہی جاچکی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیس سالہ مساعی کے ذریعے جزیرہ نمائے عرب میں فی الواقع تاریخ انسانی کا جامع ترین اور محیر العقول انقلاب برپا کیا جس کی نہایت وسیع و عریض علاقے تک توسیع ہوئی دور خلافت راشدہ میں۔ مزید برآں نبی اکرمؐ نے غیر مبہم الفاظ میں پیشگوئی فرمائی ہے کہ قیامت سے قبل دو بارہ پورے کرۂ ارضی پر دین حق کا غلبہ ہو کر رہے گا۔ چنانچہ بقول شاہ ولی اللہ دہلویؒ اسی وقت سورۃ توبہ، سورۃ الفتح اور سورۃ الصف کے ان الفاظ مبارکہ کی حقیقت بتمام و کمال جلوہ گر ہوگی !------ گویا ایک عالمی اسلامی انقلاب اللہ کی وہ اٹل اور مبرم تقدیر ہے جو بہرصورت پوری ہو کر رہے گی خواہ یہ بات مشرکوں کو کتنی ہی ناپسند ہو اور خواہ دنیا بھر کے کفار اور غیر مسلم اس کا راستہ روکنے کی کتنی ہی کوشش کرلیں ------

۴) قرآن حکیم میں اسلامی انقلاب کی تعبیر کے لئے چوتھا اسلوب یہ اختیار کیا گیا ہے کہ "دین کل کا کل اللہ ہی کے لئے ہوجائے!" کون نہیں جانتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس سالہ انقلابی جدوجہد کا ایک اہم اور نمایاں مرحلہ قتال فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں جنگ بھی تھا۔ یہ مرحلہ کب اور کیسے شروع ہوا اور اس میں کیا کیا نشیب و فراز آئے، اس موضوع پر تو مفصل گفتگو آئندہ "مراحل انقلاب" کے ضمن میں ہوگی، اس وقت صرف اس حقیقت کی جانب اشارہ مقصود ہے کہ قتال فی سبیل اللہ کے منتہائے مقصود کے بیان کے ذیل میں، قرآن حکیم میں دو مقامات پر "اسلامی انقلاب" کی چوتھی اصطلاح وارد ہوئی ہے یعنی یہ کہ: "فتنہ فرو ہوجائے اور دین بالکلیہ اللہ ہی کے لئے ہوجائے!" چنانچہ سورۃ الانفال کی آیت ۳۹ میں ارشاد ہوا: (ترجمہ) " اور ان سے جنگ جاری رکھو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین کل کا کل اللہ ہی کے لئے ہوجائے!" اور سورۃ بقرہ کی آیت ۱۹۳ میں بھی یہ الفاظ مبارکہ صرف ایک لفظ کے سوا جوں کے توں وارد ہوئے ہیں۔

یہ بات تو اس سے قبل وضاحت کے ساتھ عرض کی ہی جاچکی ہے کہ "دین" اصطلاح قرآنی میں نظام اطاعت کے ہم معنی ہے اور دین کے بالکلیہ اللہ کے لئے ہوجانے کا مفہوم یہ ہے کہ نظام اجتماعی اپنے جملہ پہلوؤں سمیت بالکلیہ و بلا استثناء اطاعت خداوندی کا پابند اور احکام خداوندی کے تابع ہوجائے۔ جہاں تک احوال شخصیہ کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ اس معاملے میں مسلمان تو لامحالہ اللہ کے دین کے تابع ہی ہوں گے، البتہ غیر مسلم اس معاملے میں مستثنیٰ رہیں گے، چنانچہ عقائد، عبادات اور دیگر شخصی معاملات میں انہیں آزادی حاصل رہے گی۔

"فتنہ" عربی زبان میں کسوٹی کو کہتے ہیں جس پر رگڑنے سے کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کیا جاسکتا ہے اور اصطلاح قرآنی میں ہر وہ شے یا امر یا حالت و کیفیت فتنہ ہے جس سے کسی صاحب ایمان کا ایمان امتحان اور آزمائش سے دوچار ہوجائے!----- چنانچہ ایک جانب وہ تمام چیزیں فتنہ کے حکم میں ہیں جن کی جانب میلان اور رغبت انسان میں طبعی طور پر موجود ہے، جن میں سرفہرست ہیں مال اور اولاد ---- اور دوسری جانب معاشرے پر غیر اسلامی رجحانات کا غلبہ اور ریاست و حکومت پر غیر اللہ کا حاکمانہ تسلط عظیم ترین فتنہ ہیں اور اسی کو فرو کر کے نظام اجتماعی پر احکام خداوندی کی بالادستی کا بالفعل قیام ہی قتال فی سبیل اللہ کا آخری ہدف ہے۔

۵) قرآن حکیم میں اسلامی انقلاب کی تعبیر کے لئے ایک پانچویں صورت بھی اختیار کی گئی ہے یعنی "قیام عدل و قسط" لیکن اس کے ضمن میں ہم آئندہ "اسلامی انقلاب کا اصل مقصد" کے عنوان سے مفصل گفتگو کریں گے۔

حدیث نبویؐ میں ایک اضافی عنوان

۶) مزید برآں اسلامی انقلاب کے لئے ایک اور اصطلاح حدیث نبویؐ میں وارد ہوئی ہے یعنی: "تاکہ اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہوجائے!" چنانچہ قتال فی سبیل اللہ کے ضمن میں امام بخاریؒ نے متعدد ابواب میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت درج کی ہے کہ اس سوال کے جواب میں کہ کوئی شخص مال غنیمت کے حصول کی نیت سے قتال میں حصہ لیتا ہے، کوئی کسی قومی یا علاقائی حمیت و عصبیت کی بنا پر جنگ میں شرکت کرتا ہے،

کوئی محض اپنی شجاعت کے اظہار اور شہرت کے حصول کے لئے داد شجاعت دیتا ہے تو ان میں سے فی الواقع "اللہ کی راہ" میں کون ہے ؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) جو جنگ کرے صرف اس مقصد کی خاطر کہ اللہ کی بات سب سے اونچی ہوجائے صرف وہی اللہ کی راہ میں ہے!"

گویا جیسے تکبیر رب کے ضمن میں عرض کیا جاچکا ہے کہ اگرچہ آسمانوں اور زمین میں "کبریائی" استحقاقاً بھی اللہ ہی کے لئے ہے اور بالفعل بھی اللہ ہی کے لئے ہے لیکن انسانی زندگی کے محدود سے اختیاری دائرے میں بالعموم انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر اللہ کی کبریائی کو چیلنج کردیا جاتا ہے' لہٰذا بندہ مومن کا فرض ہے کہ اللہ کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اس چیلنج کا مقابلہ کرے اور کم از کم نظام اجتماعی پر اللہ کی کبریائی کو بالفعل نافذ کردے' اسی طرح اگرچہ فی الحقیقت تو اللہ ہی کی بات سب سے اونچی ہے لیکن چونکہ بالعموم انسان اپنے نفس کی خواہشات و شہوات اور اپنے ذہن کے تراشیدہ نظریات و قوانین کو اللہ کی بات سے بلند تر کردیتے ہیں لہٰذا جہاد و قتال فی سبیل اللہ کی غرض و غایت یہ ہے کہ "حق بحقدار رسید" والا معاملہ ہو اور اللہ کی بات سب سے اونچی اور اس کا جھنڈا سب سے بلند ہوجائے اور اسی کا نام "اسلامی انقلاب" ہے

۷) اسی طرح انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مواعظ و نصائح میں جا بجا خدا کی بادشاہی اور آسمانی بادشاہت کا ذکر آتا ہے اور اگرچہ بعض مواقع پر اس کے مفہوم کے تعین میں کوئی متصوفانہ یا ماورائی تعبیر اختیار کرنے کی گنجائش ہوتی ہے لیکن متی کی انجیل میں شامل مشہور و معروف "پہاڑی کے وعظ" میں وارد شدہ حسب ذیل الفاظ کے بارے میں تو ہرگز کسی شک و شبہ کی گنجائش موجود نہیں ہے کہ ان کا مفہوم بالکل وہی ہے جو تکبیر رب کا یا اقامت دین کا یا غلبہ دین حق کا یا اعلا کلمۃ اللہ کا (ترجمہ): "اے رب تیری بادشاہت آئے اور تیری مرضی زمین میں بھی اسی طرح چلے' جیسے آسمان میں چلتی ہے!" واضح رہے کہ یہ الفاظ اس "Lords Prayer" میں شامل ہیں جس کی حیثیت و اہمیت عیسائیوں کے یہاں بالکل وہی ہے جو ہمارے یہاں سورۃ فاتحہ کی! گویا اسلامی انقلاب کے لئے انجیل کی قدیم اصطلاح ہے خدائی بادشاہت کا قیام!

احیائے اسلام کی تازہ مساعی

بیسیوں صدی عیسوی کو امت مسلمہ کی تاریخ میں ایک اہم موڑ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس صدی کے اوائل میں (پہلی جنگ عظیم کے بعد) امت مسلمہ اپنی چودہ سو سالہ تاریخ کے دوسرے دور زوال کی انتہا تک پہنچ گئی تھی۔ اس کے بعد کے ساٹھ ستر سال کا عرصہ ایک عجیب نقشہ پیش کرتا ہے' یعنی یہ کہ ایک جانب زوال کے سائے بھی مزید گہرے ہو رہے ہیں تو دوسری جانب ایک ہمہ جہتی احیائی عمل کا آغاز بھی ہوگیا ہے اور امت مسلمہ بحیثیت مجموعی اپنے تیسرے اور آخری عروج کی جانب پیش قدمی شروع کرچکی ہے۔ اس گھمبیر احیائی عمل میں جہاں قومی اور سیاسی تحریکیں بھی بر سر کار رہیں' اور مذہبی اور اصلاحی تحریکیں بھی پروان چڑھیں وہاں ایسی خالص احیائی و انقلابی تحریکوں کا بھی آغاز ہوا جن کا مطمح نظر دین حق کی کامل تجدید یعنی اسلامی انقلاب تھا۔ ان تحریکوں کے داعیوں نے اس ضرورت کے پیش نظر جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے' یعنی یہ کہ ہر دور میں بلاغ کا حق ادا کرنے کے لئے اس دور کے مخصوص محاورے میں کلام لازم ہوتا ہے' تکبیر رب یا اقامت دین یا غلبہ دین یا اعلا کلمۃ اللہ کے لئے مختلف اوقات و مراحل پر مختلف اصطلاحات کو ابلاغ عام کا ذریعہ بنایا جن میں سے تین درج ذیل ہیں

۱) ان میں سے اہم ترین اصطلاح جسے اس صدی کے اوائل میں متعدد اصحاب دعوت و عزیمت نے استعمال کیا' حکومت الہیہ کا قیام ہے

اس اصطلاح کو سب سے پہلے الہلال اور البلاغ کے مدیر اور حزب اللہ کے موسس و امیر مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے استعمال کیا تھا۔ پھر جب وہ بعض علما کی مخالفت و مزاحمت سے بد دل ہو کر بالکلیہ جہاد حریت میں مصروف اور انڈین نیشنل کانگریس میں شامل ہوگئے تو ان کے مشن کو ان ہی کی ایجاد کردہ اصطلاح کے حوالے سے از سر نو شروع کیا مولانا ابو الاعلیٰ مودودی مرحوم' مدیر ترجمان القرآن' اور بانی جماعت اسلامی نے۔ اسی طرح اس اصطلاح کو اختیار کیا خاکسار تحریک کے داعی و سربراہ علامہ عنایت اللہ مشرقی مرحوم اور ان کے علاوہ بعض دوسرے نسبتاً غیر معروف اصحاب مثلاً خیری برادران وغیرہم نے!(اگرچہ جماعت اسلامی کی حد تک مولانا امین احسن اصلاحی کی شمولیت کے بعد سے ان کے زیر اثر اس کی جگہ اقامت دین کی ٹھیٹھ قرآنی اصطلاح استعمال ہونے لگی تھی۔)۲) ۴۸-۱۹۴۷ء میں جب جماعت اسلامی نے پاکستان کی عملی سیاست کے میدان میں اترنے کا فیصلہ کیا تو فطری طور پر حکومت الہیہ اور اقامت دین کی جگہ کسی ایسی اصطلاح کی ضرورت محسوس ہوئی جو زیادہ آسان اور عوام الناس کے لئے قابل فہم ہو۔ چنانچہ پاکستان میں مولانا مودودی مرحوم کی پہلی عوامی تقریر کا عنوان قرار پایا "مطالبہ نظام اسلامی" اور اس کے بعد لگ بھگ ربع صدی تک یہی اصطلاح جماعت کے عوامی مقرروں کی تقریروں کا عنوان بنی رہی۔ چنانچہ اس دور کے لسان طائفہ جناب نعیم صدیقی نے اپنی ایک رجزیہ نظم میں فرمایا تھا

"بول شہر نظام اسلامی کیا تیرے سقف و بام کہتے ہیں!
تیرے در پر کھڑے ترے والی آج تجھ کو سلام کہتے ہیں!"

۳☆ اس سلسلے کی آخری اصطلاح نفاذ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو ۱۹۷۷ء میں متحدہ قومی محاذ PNA کی تحریک کا عنوان بنی اور جس سے کچھ عرصے کے لئے پاکستان کا پورا طول و عرض اسی طرح گونج اٹھا جیسے ۴۷-۱۹۴۶ء میں پورا برعظیم پاک و ہند "پاکستان کا مطلب کیا ؟ لا الہ الا اللہ" کے نعرے سے گونج اٹھا تھا----

اس موقع پر نظام اسلامی کی جگہ نظام مصطفیٰ کی اصطلاح کچھ تو اس بنا پر اختیار کی گئی کہ عوامی تحریکوں میں جذبات کا معاملہ بہت اہم ہوتا ہے اور ہر مسلمان کو قطع نظر اس سے کہ وہ باعمل ہو یا بے عمل' اور متقی ہو یا فاسق و فاجر بہر صورت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے جو جذباتی وابستگی ہے اس کی بنا پر اس کے جذبات میں جو اہتزاز و ارتعاش نظام مصطفیٰ کے الفاظ سے ہوتا ہے وہ نظام اسلامی سے نہیں ہوتا ---- اور دوسرا اور اہم تر معاملہ جماعتی اور فرقہ وارانہ مصلحتوں کا تھا' لیکن ہمارے پیش نظر اس وقت صرف اس امر کی وضاحت ہے کہ اگرچہ "اسلامی انقلاب" بلاشبہ ایک جدید اور حادث اصطلاح ہے تاہم اس کا مفہوم قدیم ہے ----- اور وہ وہی ہے جو قرآن و حدیث کی اصطلاحات تکبیر رب "اقامت دین" "غلبہ دین حق" اور

(باقی صفحہ ۸ پر)

"نیشن فورم" میں امیر تنظیم اسلامی کی گفتگو

لاہور کے موقر انگریزی روزنامے "دی نیشن" نے امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت جناب ڈاکٹر اسرار احمد کو اپنے فورم میں آکر ان خیالات کے اظہار کی دعوت دی جن کی بناء پر وہ بعض حلقوں میں معروف اور کچھ مخصوص طبقات میں متنازعہ شخصیت شمار کئے جاتے ہیں۔ اس کی رپورٹ "نیشن" نے اپنے یکم جولائی ۹۲ء کے مڈویک ایڈیشن میں دی ہے جس میں ڈاکٹر صاحب موصوف کی گفتگو کو بہت مختصر تو ضرور کر دیا گیا لیکن اس طرح مسخ نہیں کیا گیا جیسے فورم کی اس تقریب کی خبر دیتے ہوئے اسی موقر روزنامے کے نیوز سیکشن نے کیا تھا۔ اس درست ترجمانی پر ہم "نیشن" کے ممنون ہیں ----(ادارہ)

industry in the home. We can set up industries where only women work and which are run or supervised only by women. In such factories we should reduce their working hours.

Why do you wish to restrict women to cottage industry alone?

We are discussing a future Islamic state and society. The present problems of poverty and what women are forced to do in terms of work, this is a separate issue. All primary education should be given over to women. They have been blessed by Nature with the maternal instinct. We can have all girls' colleges and even a women's university. I told Zia ul Haq it is a great contradiction that you do not allow women to go for *Hajj* without a *mehram*, but our air-hostesses go alone all the way to New York and stay there on their own for three weeks at a time. Either the one or the other is wrong.

There are some restrictions. We do not allow men to come out naked on the streets either. This is also a restriction. There is no such thing as total freedom. The question is which system imposes the greater restrictions. Freud indicated that the sex-drive is the most potent force. It is intellectual hypocrisy not to admit that Freud was right. Without this potent instinct, there would have been no family and therefore no emergence of a social structure. Its potency requires an equivalent restraint.

One gets the impression that you have certain reservations about the dichotomy between the Supreme Court and the Federal Shariat Court, which is not only over and above parliament but is also subservient to and serves at the pleasure of the President. Even the Supreme Judicial Council has no say.

Zia ul Haq created a dichotomy between the Supreme Court and the Federal Shariat Court which should be abolished. In an Islamic state all the law colleges will be *Shariat* colleges. Lawyers and judges would all be well versed in *Shariat*.

Our regular higher courts should have the powers that the Federal Shariat Court enjoys. The Federal Shariat should not be a separate court. The Supreme Court should be the final deciding authority.

On Ziaul Haq's Islamisation.

Zia ul Haq's Islamisation was artificial, superficial, exploitative, it had no basis, in fact my vocabulary fails me. It was only because of political necessity that he used the name of Islam. He was provided this opportunity to exploit the name of Islam as a result of the so-called *Nizam-i-Mustapha Tehreek*. I do not accept that it was a *Nizam-i-Mustapha Tehreek*. It was an Anti-Bhutto movement.

Zia's Islamisation was unfounded. As soon as the Muslim League and the secular-minded people in PPP get together, they will throw it out, because it has no roots. Nawaz Sharif's Shariat Bill was a continuation of that process.

FREUD INDICATED THAT THE SEX-DRIVE IS THE MOST POTENT FORCE. IT IS INTELLECTUAL HYPOCRISY NOT TO ADMIT THAT FREUD WAS RIGHT. WITHOUT THIS POTENT INSTINCT, THERE WOULD HAVE BEEN NO FAMILY AND THEREFORE NO EMERGENCE OF A SOCIAL STRUCTURE. ITS POTENCY REQUIRES AN EQUIVALENT RESTRAINT.

On Islamic Economy

Communism's economic system has been discredited and is finished. The market and free economy pundits of capitalism are crowing over their victory. Islam as a competitor is nowhere. Islam is the highest form of spiritual socialism. But it is voluntary. Its fundamental principles are that Man owns nothing. Ownership belongs to Allah. Man is only an *Ameen*. Whatever man gains through hard work or enterprise he should regard as *Fazal*, not the result of his labour. Out of whatever you have earned you only have a right to what are your needs. The surplus has been given to you as a test by Allah to see whether you give it to its rightful beneficiary or not.

Islam is also a controlled and internally managed capitalism. The social inequalities that are inherent in capitalism are to be internally managed to ensure the gap does not become so great that the poor and hungry savage the rich. So give them something to keep them satisfied. This even the worst form of capitalism is having to do, whether in the form of unemployment allowance or other welfare measures. The internal management of Islam is *Zakat*. Control is a concept exclusive to Islam. It means control over the power of capital. Just as the potency of the sexual instinct has to be curbed, the potency of capitalism also needs control over two things : *Sood* and *Haram*. The free competition principles of capitalism need the power of hire and fire to run the system properly. Labour organisations, collective bargaining, and all the troubles associated with them are totally unnecessary. Hire and fire is necessary and correct.

What is *sood*? Capital, as purely capital, having an earning capacity. *Sood* is the extreme form of this, which Islam does not allow. Even in *Muzarabat* something similar is happening. One person is investing his money. His reward is achieved without labour. But this is compensated for by the condition of total risk : if there is a loss it will have to be borne entirely by the risk-taker. The worker entails no risk. Only with such a high risk does Islam allow capital, as capital, to function as an earning agent. Fixed return without risk — nothing is more *haraam* in Islam. In one of the Prophet's (PBUH) *Hadees*, it has been considered worse than *zina* with one's mother.

institutions have come down to us from these upheavals, like the judiciary, executive, legislature, each with limits on its own powers and with checks and balances between them. These are the collective heritage of modern mankind and all should take advantage of and derive benefit from them.

Secularism I do not equate with atheism. Rather it acknowledges all religions as being at par. Religion becomes the business of the individual alone. In this sense it is opposed to Islam, which is a holistic system. Secularism therefore is not acceptable for us. However, keeping the *Quran* and *Sunnah's* supremacy before us, we can accept certain aspects of the secular order. For example, in democracy, the people's rights include adult franchise. We can also incorporate the separation of powers between the organs of the state like executive, judiciary, legislature.

On Ijtehad

There are some fundamentals of Islam : Allah, Rasool (PBUH), the Book. But there is also *Khatam e Nabuwwat*. The long line of prophets from Hazrat Adam ends with Prophet Mohammad (PBUH). The social and mental evolution of mankind has continued. *Khatam-e-Nabuwwat* means that a final guidance has been delivered to mankind. The things which have been given at that time are final. Divine Wisdom has left out those things in which the process was still continuing. Mankind had progressed to a point where Allah delivered a vote of confidence in mankind's wisdom and ability to go its own way under the guidance of the fundamental principles. The *Quran* and *Sunnah's* specific injunctions will not now change. But, for example, the state structure is not spelt out. If the injunctions on the state etc. had been finalised, we would not have been able to incorporate the social and political developments of Europe. Whereas family laws have been spelt out in a number of *Suras* of the *Quran*, Islam has only set out two fundamentals concerning the state. Within the limits set by Allah and the Prophet (PBUH), the highest democratic values evolved by mankind can and should be incorporated.

Ijtehad will now be carried out, in line with Iqbal's thought, by Parliament. The decision whether parliament has transcended the limits imposed by *Quran* and *Sunnah* should be left to the judiciary. Either that or only those people are elected to parliament who have knowledge of the Book and *Sunnah*. But this would restrict representation to too few. Or you could make an *Ulema* board, as in Iran, but that leads to theocracy. The first alternative is in line with the most evolved concepts. The Constitution is a basic document. It sets out the citizens' rights. If the Prime minister or other elected or non-elected official usurps my rights, where do I go? I knock on the doors of the courts.

On the role of women

Islam places no bar on the participation of women. But there should be no intermixing of the sexes. It should be a segregated society. Have medical colleges where women and girls can study. They can teach. All this can be organised unless there is some exigency why it cannot be temporarily done.

I have never said that a woman's becoming head of state or government is *haraam*. In Benazir's case I had said that she should be given the government because not to do so would create enormous problems. There was an apprehension that the conditions which gave rise to the separation of East Pakistan may be created, since hers was the largest party. But in the general directions, Islam places more duties on the woman vis-a-vis the present and future generations. Outside the home more responsibilities are sought to be placed on the male. This is a general distribution of work. Islam's plan recognises the psychological differences between men and women. While *hijab* is necessary, women can and should study literature, philosophy, home economics, etc., in order to better guide the next generation. They can have separate hospitals. Women's hospitals should only have women doctors and nurses; men's only men. Segregation is of first importance, but, where neceessary, integration can be undertaken with *hijab*.

Economic competition is the dominant problem in today's world. The women's work-force can be employed in cottage

r Israr : To my understanding an mic state or society can be brought o existence only on the basis of one damental principle, i.e. the total adence to *Quran* and *Sunnah*, while orporating all the progress that has curred in Europe through various stages development and the institutions that velopment has thrown up. If any exptions to the fundamental principle of al adherence to *Quran* and *Sunnah* are owed or tolerated, whether pertaining laws, constitution, or any other sphere, e whole exercise is reduced to zero e common rception on ese issues is bject to some roneous ideas. *ariat* does not y down too any restricns, apart from lineating the ndamental inciples thast fine an Islamic ate or society. here is, in my ew, but one eld in which the *uran* and *unnah* have iven us detailed structions, and hat is family ws. As far as e two importnt aspects of ollective existnce are conerned, i.e. the conomy and the oncept of the tate structure tc., there are in act very few hings that the *Quran* has speciied for us. In the phere of the economy, there re still some pecific directives, but as far as the politial system or state structure are conerned, we have only been given some undamental principles and have not been ied down to specifics in any other way.

The reasons for the misconceptions on hese questions stem from the fact that most of our *Ulema* are products of a system of education and learning which was brought into existence when an Islamic state had ceased to exist. This system's main thrust was to produce *Muftis* and *Qazis* in "law colleges" for the civil services. The scope of *Quranic* teaching was extremely limited, which is the essential root of Islamic thought. Generally speaking these gentlemen did not possess an adequate understanding of the Islamic concept of social justice. Or if they understood it at all, it was relegated to a secondary status. Hence in their conceptual framework, *Hudood* and *Tazeerat* became the most important elements of *Shariat*.

In my study of the *Quran* and *Seerat* and the era of the Caliphs, it is social justice which is the supreme element in Islam. Islam has laid down some concepts of what is meant by social justice. We can understand these from a study of the *Quran* and *Sunnah*. But apart from this, since after the Renaissance all education, scientific and technological progress occurred in Europe, we only need to see if there is something contrary to the Book and *Sunnah* in the institutions that they developed. That we should reject, otherwise we need to incorporate all other elements of progress.

The problem with the transition from the existing politico-socio-economic system, whether in the world at large or in the Muslim world, and particularly in Pakistan, is that no partial reform or tinkering can bring about the change to an Islamic system. Even elections and the democratic political process, if it was functioning properly in our country (which it is not), can at best provide better ways to run an existing system. It can help to bring about some partial reforms. But no fundamental change, particularly in the politico-socio-economic structure, can be brought about by these means.

To achieve such a fundamental change, we have to have resort to a term which has become quite common but whose connotations are not always understood : Revolution. From my study of *Seerat-un-Nabi*, I have derived an understanding of the process of a revolution, the different steps and prerequisites for such a change. In brief, I would state that without a revolution, an Islamic state or society cannot be brought into existence.

This is my point of departure from most other *Ulema*. They are participating in the on going political process, although they pay lip-service to revolution. These two courses are totally opposed to each other.

SECULARISM I DO NOT EQUATE WITH ATHEISM. RATHER IT ACKNOWLEDGES ALL RELIGIONS AS BEING AT PAR. RELIGION BECOMES THE BUSINESS OF THE INDIVIDUAL ALONE. IN THIS SENSE IT IS OPPOSED TO ISLAM, WHICH IS A HOLISTIC SYSTEM. SECULARISM THEREFORE IS NOT ACCEPTABLE FOR US. HOWEVER, KEEPING THE *QURAN* AND *SUNNAH'S* SUPREMACY BEFORE US, WE CAN ACCEPT CERTAIN ASPECTS OF THE SECULAR ORDER. FOR EXAMPLE, IN DEMOCRACY, THE PEOPLE'S RIGHTS INCLUDE ADULT FRANCHISE. WE CAN ALSO INCORPORATE THE SEPARATION OF POWERS BETWEEN THE ORGANS OF THE STATE LIKE EXECUTIVE, JUDICIARY, LEGISLATURE.

European history points to the secularisation of the state, the separation of the spiritual and the temporal spheres between the Church and the State respectively. What are your views on the secular state?

Secularisation in the West was not confined to the state, it extended into the domain of knowledge. The whole outlook of Man was secularised. Religion became identified with the restrictive and tyrannical system of Catholic Papacy. This Papacy condemned as heresy the teachings and dissemination of Philosophy and Science. That is why when knowledge was emancipated from these strictures, its first act was to reject religion. It was a negative reaction to the excesses of the Papal dictatorship. Knowledge then became Godless and religion was removed from institutions of the state. But the other factor was the Zionist influence. The most hated people in the Christian world were the Jews. The basic reason for this was that there was a widespread perception that the Jews had crucified Jesus Christ. Obviously, since they considered Jesus to be the Son of God, they could not be kindly disposed towards those who had been responsible for his mistreatment and death.

Both the Reformation and the Renaissance were carried out under the influence of the Jewish intelligentsia. Some

THE NATION FORUM DR ISRAR AHMED ON THE ISLAMIC STATE

Rashed Rahman

Dr Israr Ahmed is no stranger to controversy. He is an Islamic scholar who has never hesitated to state his views bluntly, no matter what the cost. Last week *The Nation* Forum in[illegible] vited him, [illegible] various issues surrounding the [illegible] of the Islamic State, the transition to such a state, the role of women in an Islamic society, and issues of Islamic economics such as [illegible] [illegible] by the [illegible].

The following are [illegible] excerpts from the discussion.

The Nation : Dr Sahib, your views on the nature and character of the Islamic state and the transition to such a state are considered somewhat different from most other Ulema. What exactly are your views and in what respect do they differ from those of other Ulema?